وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ وفاق المدارس ملتان

جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۴ ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ نومبر ۲۰۲۲ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 27-061-6514525-6514526 فیکس نمبر 061-6539485
Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقرا اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی وہاڑی گیٹ ملتان
شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

ٹرانس جینڈر ایکٹ	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۳
علماءِ امت سے کچھ خاص خاص باتیں	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۷
خدمت خلق اور خانقاہ کا قیام	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	۱۴
ٹرانس جینڈر قانون کے نتائج وعواقب	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۱۹
سنت وحدیث کا دفاع	مولانا یاسر عبداللہ	۳۰
علوم حدیث سے متعلق کتب السؤالات کا مختصر تذکرہ	مولانا ابوالخیر عارف محمود گلگتی کشمیری	۴۳
امتحان، مقصد، طریق کار اور ضروری اصلاحات	مولانا محمد طاہر سورتی	۴۷
کیا آپ وہ استاد ہیں؟	جناب عدنان احمد بن ناصر فیصل	۵۰
معاشرے میں اخلاقی قدروں کی پامالی	محمد احمد حافظ	۵۳
تعلیم، خدمت خلق اور خانقاہ	جناب نوید مسعود ہاشمی	۵۶
خیبر پختونخوا میں وفاق المدارس کے پروگرام	مفتی سراج الحسن	۵۸
باہمی احترام کی ایک نادر مثال	عبدالحمید عارفی	۶۲

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر۔ سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر۔ ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر۔

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 40 روپے، زرسالانہ مع ڈاک خرچ: 500 روپے

ندائے وفاق

ٹرانس جینڈر ایکٹ

ایک خلافِ دستور وفطرت وشریعت قانون

شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وطن عزیز پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے جس کے دستور میں بات طے کر دی گئی ہے کہ یہاں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہے اور حکومت اور پارلیمنٹ قرآن وسنت سے متصادم قانون سازی نہیں کر سکتی۔

دستور میں خلافِ شریعت قانون سازی نہ کرنے کی واضح ہدایت موجود ہونے کے باوجود معروضی حقائق یہ ہیں کہ ہر کچھ عرصے کے بعد خلافِ قرآن وسنت قانون سازی کر کے اس ملک کے دستور کے ساتھ کھلواڑ اور نظریاتی بنیادوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی جاتی ہے اور یہ خلافِ شریعت ودستور عمل ایک تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

رُسوائے زمانہ عائلی قوانین کی غیر شرعی دفعات، وفاقی شرعی عدالت کے سُود کے خلاف فیصلوں کے باوجود سودی نظام معیشت کا تحفظ، اٹھارہ سال سے کم عمر بچیوں کی شادی پر پابندی، عورت کو حقِ طلاق کی تفویض، دوسری شادی کے لیے اجازت نامہ کا حصول اور اس جیسے بیسیوں قوانین ہیں جو قرآن وسنت سے متصادم ہونے کے باوجود نافذ العمل ہیں۔

آج کل ٹرانس جینڈر پرسنز (تحفظ حقوق) بل سماجی رابطوں کی ویب سائٹس اور ذرائع ابلاغ پر زیر بحث ہے جو کہ خلافِ دستور بھی ہے، خلافِ فطرت بھی ہے اور خلافِ شریعت بھی۔

اس بل کا خلافِ دستور ہونا تو اس کے خلافِ شریعت ثابت ہونے سے واضح ہو جائے گا، کیونکہ ہر وہ قانون سازی جو خلافِ شریعت ہو، از روئے دستور وہ ممنوع ہے۔ البتہ اس کے خلافِ شریعت اور خلافِ فطرت ہونے کا دعویٰ محتاجِ دلیل ہے۔ ذیل میں ہم اس دعوے کو مدلل کریں گے۔ ان شاء اللہ!۔

جس طبقے کے حقوق کے تحفظ کے نام پر یہ متنازع قانون بنایا گیا ہے، اس کے لیے دو لفظ بولے جاتے ہیں، ضروری ہے کہ اولاً ان الفاظ کے معانی سمجھ لیے جائیں۔

(۱) انٹرسیکس:۔ یہ وہ افراد ہیں جو خلقی طور پر صنفی ابہام کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں پھر ایسے افراد کی کئی اقسام ہیں۔

بعض بچوں کے جنسی اعضا کارآمد ہوتے ہی نہیں، چنانچہ وہ شادی کے قابل نہیں ہوتے اور یہ مسئلہ لڑکا اور لڑکی دونوں میں ہوسکتا ہے۔ انٹرسیکس بچوں میں سے ایسے بچے صرف ایک فیصد کے قریب ہیں۔

بعض بچوں میں مرد و عورت دونوں کے اعضا پیدائشی طور پر موجود ہوتے ہیں لیکن ڈاکٹر حضرات مختلف ٹیسٹوں کے ذریعے تعیین کرکے بتادیتے ہیں کہ کون سا عضو کارآمد اور کون سا بےکار ہے، چنانچہ آپریشن کے ذریعے بےکار عضو کو تلف کردیا جاتا ہے اور اس طرح ایسے بچوں کی جنس متعین ہوجاتی ہے اور وہ دیگر بچوں کی طرح لڑکا یا لڑکی بن جاتے ہیں۔

بعض بچوں کے جنسی اعضا بظاہر واضح نہیں ہوتے لیکن درحقیقت داخلی طور پر بچہ دانی اور بیضہ دانی جیسے اعضا موجود ہوتے ہیں ایسے بچے آپریشن کے بعد لڑکی بن جاتے ہیں۔

اور بعض بچوں کے جنسی عضو کے مقام پر چھوٹا سا سوراخ یا بالکل معمولی سی اُٹھان ہوتی ہے۔ ایسے بچوں کے والدین ان کی جنس کی تعیین کے معاملے میں شدید اُلجھن اور تذبذب کا شکار رہتے ہیں اور بسا اوقات یہ صورت حال بھی پیش آجاتی ہے کہ والدین اسے بیٹا سمجھ کر اس کی پرورش کررہے ہوتے ہیں جبکہ درحقیقت وہ بیٹی ہوتی ہے اور کبھی اس کے برعکس معاملہ ہوتا ہے کہ والدین اس کو بیٹی سمجھ کر اس کی پرورش کرتے رہتے ہیں حالانکہ اصل میں وہ بیٹا ہوتا ہے۔ مختلف ٹیسٹوں کے بعد ڈاکٹر حضرات ایسے انٹرسیکس بچے کی صنف کا تعین کرلیتے ہیں اور متعدد آپریشنوں اور طویل علاج معالجے کے بعد ایسے بچے بھی باقاعدہ لڑکا یا لڑکی بن جاتے ہیں۔

یہ انٹرسیکس افراد ہی وہ لوگ ہیں جو حقیقتاً مظلوم ہیں، معاشرہ انہیں ان کا جائز مقام نہیں دے سکا اور انہیں بہت سے حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ یہ لوگ ہر طرح سے قابل رحم ہیں اور ضروری ہے کہ ان کے حقوق کے لیے قانون سازی کی جائے تاکہ یہ معاشرے میں ایک باعزت اور باوقار شہری کی حیثیت سے زندگی گزار سکیں۔

(۲) ٹرانس جینڈر:۔ یہ وہ افراد ہیں جو خلقی طور پر مکمل مرد یا عورت پیدا ہوتے ہیں مگر بعد میں ذاتی پسند کی بنیاد پر اپنی صنف سے ناخوش ہوکر اپنی مرضی سے اپنی صنف کا تعین کرتے ہیں۔ مرد ہوں تو عورت بن جاتے ہیں، عورت ہوں تو مرد بن جاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے مرد یا عورت ہونے کا فیصلہ ہی نہیں کرتے۔ یہ افراد کبھی تو مخالف صنف کا صرف حلیہ اور افعال اختیار کرتے ہیں اور کبھی آپریشن کے ذریعے اپنے اعضا میں تبدیلی بھی کرالیتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ انٹرسیکس افراد خلقی طور پر جسمانی نقائص کے حامل ہوتے ہیں اور ٹرانس جینڈر افراد خلقی طور

پر جسمانی نقائص کے ساتھ پیدا نہیں ہوتے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہمارے ہاں جسے ہجڑا یا مخنث کہا جاتا ہے وہ دراصل انٹرسیکس ہے نہ کہ ٹرانس جینڈر۔

یہاں ایک اور امر بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ دنیا میں ''ٹرانس جینڈر قوانین پیدائشی مخنث یعنی انٹرسیکس افراد کے تحفظ کے لیے نہیں بنائے گئے بلکہ اختیاری طور پر اپنی صنف تبدیل کرنے والوں کیلئے بنائے گئے ہیں، اس لئے کہ پیدائشی مخنث ایک تو ویسے ہی انتہائی قلیل تعداد میں ہیں اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ترقی یافتہ دنیا میں ان کے حوالے سے وہ مسائل نہیں ہیں جو ہمارے ہاں پائے جاتے ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں بھی یہ قانون انٹرسیکس یعنی مخنث افراد کے حقوق کے تحفظ کے نام پر حیوانی خواہشات کی تسکین اور جنسی بے راہ روی کے فروغ کے لیے نافذ کیا جارہا ہے۔ چنانچہ اس قانون کو ''ٹرانس جینڈر ایکٹ'' نام دینا ہی اس بات کی چغلی کھا رہا ہے اس کو لانے والوں کا مقصود حقیقی معذور افراد (مخنث) افراد کے ساتھ ہمدردی یا انہیں معاشرے میں کوئی باعزت مقام دلوانا نہیں، بلکہ ان کی آڑ میں اپنی مرضی سے جنس تبدیل کروانے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔

ہم اوپر یہ بات عرض کر چکے ہیں کہ حقیقی مظلوم طبقہ یعنی انٹرسیکس افراد جنہیں ہمارے عرف میں مخنث اور ہجڑا کہا جاتا ہے، اس کی بعض اقسام ایسی بھی ہیں کہ ان کی جنس کی تعیین اس قدر مشکل ہوتی ہے کہ ان کے والدین وافراد خانہ تک الجھن اور تذبذب کے شکار رہتے ہیں اور مختلف ٹیسٹوں کے بعد ہی ڈاکٹر حضرات ان کی جنس کی تعیین کر پاتے ہیں، لیکن اس متازع قانون کے حامی افراد میں سے شیریں مزاری کی گفتگو ریکارڈ پر موجود ہے جس میں وہ کہہ رہی ہیں کہ جینڈر رایڈنٹٹی (صنفی شناخت) ہر شخص کا اپنا حق ہونی چاہیے اور اس کے لیے کسی طبّی معاینے کی شرط نہیں ہونی چاہیے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون حقیقی مظلوم طبقے کی دادرسی کے لیے نہیں بلکہ ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ دینے کیلیے بنایا جارہا ہے۔

اگر یہ قانون اسی متنازع اصطلاح یعنی ٹرانس جینڈر کے ساتھ نافذ ہوجاتا ہے اور بقول شیریں مزاری صاحبہ کے اپنی ظاہری صنفی شناخت کے برخلاف صنفی شناخت کے مدعی کے دعوے کو پرکھنے کے لیے طبی معاینے کی شرط بھی نہیں ہونی چاہیے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی مرد، عورت ہونے کا دعویٰ کرے یا اس کے برعکس کوئی عورت، مرد ہونے کی مدعی ہو تو قانونی طور پر اس کا یہ دعویٰ کسی قسم کے طبّی معاینے کے بغیر واجب التسلیم ہے، ظاہر ہے کہ یہ چیز خلافِ فطرت ہے۔ اور پھر اس کے نتیجے میں بہت سی خلاف شرع چیزوں اور معاشرتی خرابیوں کا وجود میں آنا اظہر من الشّمس ہے۔ مثال کے طور پر جب کوئی مرد، عورت بن کر عورتوں کے ساتھ رہے گا اور اسے عورتوں کے لیے

مخصوص مقامات پر آمد و رفت کی قانوناً اجازت ہوگی تو مرد و زن کا ناجائز اختلاط ہوگا جو کہ خلافِ شرع ہے، اسی طرح جب کوئی مرد، عورت ہونے کا دعویٰ کر کے کسی مرد سے شادی کرے گا یا اس کے برعکس کوئی عورت، مرد ہونے کا دعویٰ کر کے کسی عورت سے شادی کرے گی تو ہر دو صورتوں میں ہم جنس پرستی کا ارتکاب ہوگا جو کہ خلاف شرع ہے اور اسی طرح تقسیم وراثت کے وقت وراثت بھی خلاف شرع تقسیم ہوگی کیونکہ جو شخص حقیقتاً مرد ہے مگر قانوناً عورت ہے، شریعت اسے مرد والا حصہ دینے کا مطالبہ کرتی ہے مگر قانون اسے عورت والا حصہ دلائے گا، اسی طرح جو فرد حقیقتاً عورت ہے مگر قانوناً مرد ہے، شریعت اسے عورت والا حصہ دینے کا مطالبہ کرتی ہے مگر قانون مرد والا حصہ دلائے گا۔ ظُلُماتٌ بعضها فوق بعضٍ۔ بہر دو صورت وراثت غیر شرعی طریقے سے تقسیم ہوگی۔ لہٰذا یہ قانون خلافِ دستور بھی ہے، خلافِ فطرت بھی ہے اور خلاف شریعت بھی ہے۔ اللہ پاک ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائیں جو یہ غلط وخلافِ شریعت قانون بنوانا چاہتے ہیں۔

اساتذہ حفظ کے لیے حضرت مولانا قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کی چند نصیحتیں

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے کہ صفات محمودہ یعنی بردباری، علم و یقین، سخاوت، شجاعت، پاک دامنی، عفو، صبر، شکر، قناعت، تفویض، حسن خلق، حیا و توکل؛ ان کے حاصل کرنے اور کمال پیدا کرنے میں کوشش کریں۔ اخلاق رذیلہ یعنی کذب، غضب، حرص، غیبت، بخل، حسد، ریا، کبر اور کینہ سے اپنا تزکیہ کریں، کوئی وقت بیکار نہ گزاریں، بلکہ کثرت و دوام سے ذکر اللہ میں خوب ہی خوب مشغول رہا کریں۔ قرآن مجید پڑھانے والا مدرس اگر صرف قرآن مجید پڑھا ہوا ہے تو اس کو تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور بھی کسی سے پڑھ لینا چاہیے اور پھر وقتاً فوقتاً ان کو پڑھتا رہے، اسی طرح اصلاحی نصاب اور تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) بھی اپنے مطالعہ میں رکھیں اور کبھی کبھی طلبہ کو بھی سنائیں۔ مدرسہ کے اوقات کی پابندی کریں خواہ کوئی نگرانی کرے یا نہ کرے۔ مدرسے کے اوقات میں کسی مہمان سے لمبی چوڑی ملاقات کرنا یا فضول کاموں میں لگے رہنا یہ بھی جائز نہیں ہے۔ اساتذہ کو پڑھائی کے اوقات میں طلبہ سے اتنا کام لینا کہ وہ ان کے کام میں لگے رہیں، پڑھنا پڑھانا برائے نام ہی رہ جائے؛ یہ بھی درست نہیں، بلکہ بچوں کے ساتھ خیانت اور ان کے وقت کا ضیاع ہے۔

قرآن مجید کے ختم پر استاذ کا طالب علم سے کپڑوں کے جوڑے یا پیسوں کا لالچ رکھنا جائز نہیں ہے، اس سے طرح طرح کی بے برکتیاں ہوں گی۔ استاذ بلا وجہ ناغہ نہ کرے، دوران تعلیم باوضو رہیں۔ قرآن مجید کا مدرس باجماعت صف اول میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ پانچوں نمازوں کی پابندی کرے، سنت کے مطابق داڑھی رکھے، نیز لباس اور حجامت سنت کے مطابق ہونی چاہیے اور طلبہ سے بدنظری میں ہرگز مبتلا نہ ہو۔ مدرس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق رکھے، اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ تقویٰ و پرہیزگاری کی بہت بڑی بڑی برکات نصیب ہوں گی۔

تذکیر وموعظت

علماءِ امت سے کچھ خاص باتیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مجددالملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کے علوم ومعارف عام وخاص……سب کے لیے فیض عام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ذیل میں آپ کے مطبوعہ مواعظ میں سے منتخب اقتباسات کا سلسلہ دیا جارہاہے۔اسے جناب صوفی محمد اقبال قریشی رحمہ اللہ نے ترتیب دیا اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کتب خانہ سے اس مجموعہ کو شائع کروایا۔حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح وانقلاب کی تجدیدی مساعی کے مختلف پہلو ہیں۔ان میں ایک پہلو اہل علم سے متعلق بھی ہے۔حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ نے اہل علم سے متعلق کچھ صاف صاف باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔حقیقت یہ ہے عام مسلمانوں کی طرح طبقہ اہل علم بھی اصلاح وتہذیب کا محتاج ہے۔ہمیں ان ارشادات کا اسی نظر سے مطالعہ کرنا چاہیے۔(ادارہ)

علماء کو مٹانے کی فکر دراصل اس عالم کو مٹانے کی فکر ہے

فرمایا……جو لوگ علماء کے استیصال کی فکر میں ہیں وہ خود مسلمانوں کے بلکہ عالَم کے استیصال کی فکر میں ہیں، میں ایک اور بات کہتا ہوں، گو کہنے کی تو نہیں وہ یہ کہ عالم اگر بدعمل بھی ہو، جب بھی تم کو اس پر اعتراض کا حق نہیں کیونکہ وہ مدعی علم کا ہے نہ کہ عمل کا۔اس کی بدعملی سے علم تو غلط نہیں ہو گیا طبیب اگر بدپرہیز ہے تو مریض کا کیا نقصان ہے؟ وہ مریض کو تو صحت ہی کا طریقہ بتلائے گا، اسی طرح عالم بے عمل تم کو فتویٰ تو صحیح دے گا مسائل تو غلط نہ بتلائے گا۔(المرابطہ)

علماء کی منصبی خدمت بہت اہم ہے:

فرمایا……میں علماء کی منصبی خدمت کو بہ نسبت صوفیاء کی خدمت سے زیادہ اہم سمجھتا ہوں۔علماء شعائر کے خادم ہیں اس لیے میں ہمیشہ صوفیاء سے علماء ہی کو افضل سمجھتا ہوں اور ان ہی کی خدمت کو اعلیٰ سمجھتا ہوں۔صوفیاء اعمال کی تکمیل کرتے ہیں باقی اصل خدمت علماء کی ہے۔(اصلاح المسلمین ۲۴۷)

علماء سے بُعد پر اظہار افسوس:

فرمایا……علماء سے ایسا بُعد ہوا کہ ان سے ملنا ہی پسند نہیں کرتے مگر وہ کام بغیر ان کے اس گئی گزری حالت میں بھی نہیں بنتے، جب کوئی بچہ پیدا ہوا تو ان کو بلا بھیجا۔اس وجہ سے نہیں کہ خوشی کا موقع ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اتنی

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ساری عورتوں میں نو وارد کے کان میں اذان پڑھتے شرم آتی ہے یا پھر کوئی صاحب اس دارِ فانی کو چھوڑ کر چلے تو مولوی صاحب کو بلا بھیجا زیادہ تر اس وجہ سے نہیں کہ مصیبت میں اللہ میاں یاد آتے ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ جنازہ کی نماز نہیں آتی، کیونکہ سکھاتے تو کوئی مولوی صاحب ہی ہیں اور مولوی سے زندگی بھر بھاگتے رہے مگر بھاگتے کہاں تک؟ آخر ملاقات تو ایک دن ہونی ہے...... ''بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد''۔(اصلاح المسلمین ص ۲۵۲)

دورِ حاضر کے علماء پھر بھی غنیمت ہیں:

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا...... کہ آج کل اکثر مدارس میں عمارتیں بڑی بڑی، عبارتیں بڑی بڑی مگر اصل چیز علم و عمل گویا مفقود ہے، پھر فرمایا کہ یہ بھی غنیمت ہے جو کچھ ان لوگوں کے ہاتھ سے ہو رہا ہے، خدا نہ کرے وہ دن جب یہ لوگ بھی نہ ہوں گے۔(افاضات الیومیہ ج۲ص ۱۷۲)

علماء مدارس دینیہ کی صورت میں دین کی اہم خدمات سرانجام دے رہے ہیں:

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا...... کہ اس سے بڑھ کر دین کی کیا خدمت ہوگی کہ خادمین دین کو پیدا کرنا اور شریعت مقدسہ کی حفاظت کرنا۔سو اس کو مدارس عربیہ بحمد اللہ عربی کی تعلیم دے کر اچھی طرح انجام دے رہے ہیں شریعت عربی میں ہے بدوں عربی کے شریعت کا تحفظ مشکل ہے۔(افاضات الیومیہ ج۳ص ۵۶)

علماء کو سلوک میں بہت کم مجاہدہ کرنا پڑتا ہے:

فرمایا...... میں نے ایک بزرگ سے پوچھا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ علماء کو سلوک میں بہت کم مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور وہ مقصود میں جلد کامیاب ہو جاتے ہیں؟۔ان بزرگ نے نہایت ہی اچھا جواب دیا کہ یہ سب سے زیادہ مجاہدہ کرتے ہیں، یہ طالب علمی مجاہدہ ہی تو ہے،اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جس دیا سلائی کو برسوں دھوپ دے چکے ہوں وہ ذرا گرمی پاتی ہی روشن ہو جائے گی اور جس نے ہمیشہ نمی ہی دیکھی ہو اور دھوپ سے واسطہ ہی نہ پڑا ہو وہ بڑی ہی دقت سے جلے گی۔(افاضات الیومیہ ج۴ص ۲۷)

علماء عوام کو کافر بناتے نہیں بتاتے ہیں:

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا...... کہ آج کل علماء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ علماء لوگوں کو کافر بناتے ہیں، میں کہا کرتا ہوں کہ ایک نقطہ تم نے کم کر دیا ہے ایک نقطہ اور بڑھا دو تو کام صحیح ہو جائے گا وہ یہ کہ کافر بتاتے ہیں (بالتاء) بناتے نہیں۔(بالنون) بنانے کے معنیٰ کی تحقیق کر لو وہ اس طرح آسان ہے کہ یہ دیکھ لو کہ مسلمان بنانا کس کو کہتے ہیں، اسی کو تو کہتے ہیں کہ یہ ترغیب دی جائے کہ مسلمان ہو جا تو اسی قیاس پر کافر بنانے کے معنیٰ کفر کی

تعلیم وترغیب ہوں گے تو کیا تم نے اول کسی مسلمان کو اول دیکھا کہ علماء کافر بتا دیتے ہیں یعنی یہ کہہ دیتے ہیں کہ کافر ہوگیا۔(افاضات الیومیہ ج۲ص۲۹)

علمائے شریعت کا قلب میں احترام:

فرمایا......میرے دل میں شریعت اور علمائے شریعت کی بڑی عظمت اور احترام ہے اور اہل طریقت اور اہل اللہ سے بہت محبت ہے۔(مکتوبات وملفوظات اشرفیہ(۲۴۳) میں شریعت کے مقابلہ میں اپنے تقویٰ کی ادنیٰ حیثیت سمجھتا ہوں۔اہل علم سے مشورہ کرکے عمل کرتا ہوں۔(ملفوظات ومکتوبات اشرفیہ ص۲۶۱)

علماء کی فضیلت مکتسب نہیں:

فرمایا......علماء کی فضیلت مکتسب نہیں(بلکہ)من جانب اللہ ہے،کسی کے مٹانے سے نہیں مٹ سکتی جیسا بعضے بد دین اس کی کوشش کرتے ہیں(الکلام الحسن ص۸۲)فرمایا......میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں اہل علم سے بہت شرماتا ہوں اور ان کے مقابلہ میں جی چاہتا ہے کہ اپنا ہی نقص پیش نظر رہے،میں چھوٹے چھوٹے سے طالب علم کی اپنے قلب میں عظمت واحترام پاتا ہوں،میں کبھی اہل علم کو ایسا خطاب کرنا پسند نہیں کرتا،جس سے ذرہ برابر بھی ان کی اہانت کا شبہ ہو۔(اصلاح المسلمین ص۲۴۸)

اہل فتاویٰ کو ایک ضروری نصیحت:

ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص کا یہ فاسد عقیدہ ہے اور وہ یوں کہتا ہے۔فرمایا کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو اس سے لکھوا کر لاؤ،پھر فرمایا کہ میں اہل علم کو متنبہ کرتا ہوں کہ فتویٰ میں یہ طریق اختیار کریں کہ کسی کے کہنے سے دوسرے پر فتویٰ نہ لگائیں اس طرح سے کسی پر فتویٰ نہ لگائیں۔(کلمۃ الحق ص۳۲ص۲۳)

اہل علم کو کوئی ہنر سیکھنے کی ضرورت:

فرمایا......اہل علم کو علاوہ علوم کے کوئی ہنر بھی سیکھنا چاہیے۔(کلمۃ الحق ص۱۷۳)

اہل علم کو اصول کی رعایت کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے:

فرمایا......ایک صاحب علم کاندھلہ میں کہنے لگے کہ میں نے ایک مجادل کے مقابلہ میں ڈاڑھی قرآن کی آیت سے ثابت کی وہ آیت یہ ہے کہ **لا تاخذ بلحیتی** دیکھو اس سے معلوم ہوگیا کہ ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی تھی،اس سے مخاطب خاموش ہوگیا۔میں نے ان سے کہا تم نے قرآن سے وجود ثابت کیا یا وجوب؟۔اگر وجود ثابت کرنا تھا تو

قرآن کی کیوں بے ادبی کی، اپنی ڈاڑھی پکڑ کر دکھا دیتے، اس سے وجود ثابت ہو جاتا۔اور اگر وجوب ثابت کرنا مقصود تھا تو اس آیت سے وجوب تو ثابت نہیں ہوا۔ اور قرآن سے ہر مسئلہ کہاں تک ثابت کرو گے؟ زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ کس جگہ سے ثابت کرو گے؟ اس سے تو دور یا تسلسل لازم آئے گا۔ جب خود قرآن اور دلیل سے ثابت ہے تو سارے مسائل کیوں قرآن سے ثابت کرتے ہو؟ کچھ نہیں بجز عوام کی رعایت کے کہ وہ قرآن سے ثبوت مانگتے ہیں تو جس طرح بن پڑے قرآن ہی سے ثبوت دو۔ اصل چیز حقائق کی رعایت ہے خواہ ساری دنیا مخالف ہو۔ اصول کی رعایت نہیں چھوڑنا چاہیے۔ (کلمۃ الحق ص ۹۷)

علماء کو اپنے اوپر سخت اور دوسروں پر نرم ہونا چاہیے:

فرمایا...... علماء کے لیے بلکہ ہر شخص کے لیے عمدہ اور بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے لیے تنگی اور دوسروں کے لیے توسع سے کام لیں اور اس کے عکس سے **ان الشیطان لکم عدوا فاتخذوہ عدوا** اور **اجتنبو کثیرا من الظن** کی تعمیل کبھی نہیں ہو سکتی۔ (مجالس الحکمت ص ۲۹)

مفتی کے ہر استفتاء کا جواب دینا ضروری نہیں:

فرمایا...... مفتی کو ہر سوال کے لیے فوراً نہیں تیار ہو جانا چاہیے۔ علماء میں فی زمانہ رائج ہے کہ ہر سوال کا جواب دینا ضروری سمجھتے اور اس کو اپنا فخر جانتے ہیں۔ عوام کے سامنے دقیق مسائل بیان کر دینا ایسا ہے جیسا کہ بچہ کو روپیہ پیسہ اور قیمتی اسباب پر قبضہ دے دینا یا بچہ کے ہاتھ میں چھُری چاقو دے دینا یا سرِ بازار گاتے پھرنا کہ ہمارے پاس اتنا مال ہے یا جو کوئی پوچھے کہ تمہارا مال کہاں رکھا ہے اس کو بتا دینا اور نہ بتانے کو جھوٹ سمجھنا۔

بعض لوگ اس حدیث کو پیش کیا کرتے ہیں **من سئل عن علم فکتمہ الجم بلجام من النار یوم القیامۃ** اس کا حل یہ ہے کہ جو شخص مسئلہ کسی فتنہ پردازی کے لیے پوچھتا ہے۔ سائل عن علم ہی نہیں ہے بلکہ مجادل ہے اور جدال شیوۂ جاہلان ہے۔ اسی کی نسبت قرآن شریف میں ہے **واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما** اور **والذین ھم عن اللغو معرضون**، مفتی کو بہت تجربہ کار اور فہیم ہونا چاہیے۔ فتویٰ دینا گویا امراض روحانی کا علاج کرنا ہے۔ جب امراض جسمانی کا معالج بھی وہی ہو سکتا ہے جو تجربہ کار ہو تو امراض روحانی کا معالج ناتجربہ کار کیسے ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ بعضے علاج فی نفسہ صحیح ہوتے ہیں مگر کسی عارض کی وجہ سے موقوف رکھے جاتے ہیں مثلاً کسی کو جوع البقر کا مرض ہے تو اس کو دوا یا غذا مزہ دار نہ دینا چاہیے کیونکہ وہ ضرور مقدار سے زیادہ کھا لے گا اور نقصان ہوگا۔ ایسے ہی بہت سے مسائل صحیح ہوتے ہیں لیکن مستلزم بعض مفاسد کو ہوتے ہیں اس وقت ان پر فتویٰ نہ دینا کتمان حق نہیں

ہے بلکہ تقدم بالحفظ از مرض ہے۔(مجالس الحکمت ص ۲۸ ص ۲۹)

صلوٰۃ الخوف میں اہل علم وطلباء کی غلطی کا ازالہ:

فرمایا......خوب سمجھ لیجیے کہ اس میں بعض طلباء واہل علم کو بھی غلطی واقع ہوتی ہے۔لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صلوٰۃ الخوف وقت قتال کے لیے مشروع ہے یہ بالکل غلط ہے بلکہ صلوٰۃ الخوف وقت خوفِ قتال کے لیے مشروع ہے اور جب خوف سے بڑھ کر وقوع قتال کی نوبت آجائے اس وقت نماز موخر ہوجاتی ہے۔قتال کے ساتھ نماز کی اجازت نہیں بلکہ صلوٰۃ الخوف میں بھی اگر قتال شروع ہوجائے تو حکم یہ ہے کہ نماز کو توڑ دیں اور اس میں نماز کی بے وقعتی نہیں بلکہ نماز کی وقعت یہی ہے کہ ایسے وقت اس کو توڑ دیا جائے کیونکہ اس سے نماز کی سہولت واضح ہوجاتی ہے اور سہل کام پر دوام ہوسکتا ہے۔اگر نماز میں یہ سہولتیں نہ ہوتیں تو لوگ ہمت ہار جاتے۔اسی طرح اگر وسط صلوٰۃ میں اسٹیشن پر ریل چھوٹ جائے تو جائز ہے اور بعض بزرگوں سے جو منقول ہے کہ انہوں نے نماز نہیں توڑی یہ ان کا حال ہے ورنہ شرعاً قطع صلوۃ کی اجازت ہے۔(الاخوۃ ص ۲۰،۲۱)

علماء کو اپنی اصلاح کے لیے کسی دوسرے محقق عالم سے رجوع کرنا چاہیے:

فرمایا......خود اپنی اصلاح کرنا سخت حماقت ہے، کسی عالم محقق سے اپنی اصلاح کرانا چاہیے، کیونکہ قاعدہ ہے رای العلیل علیل طبیب مریض ہوتو اپنا علاج خود نہیں کرسکتا، بلکہ دوسرے طبیب سے علاج کراتا ہے اسی طرح وکیل کو اپنا مقدمہ کرنا ہو تو کسی دوسرے کو وکیل بناتا ہے اسی طرح علماء کو چاہیے کہ اپنے معاملات میں دیگر علماء سے رجوع کیا کریں اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ بزرگوں نے بھی اپنے چھوٹوں سے مشورے لیے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ کرنا تو محض صحابہؓ کی تطییب خاطر کے لیے تھا مگر بزرگوں کا اپنے چھوٹوں سے مشورہ کرنا واقعی مشورہ ہی کے لیے تھا چنانچہ بعض دفعہ چھوٹے ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں بڑے نہیں پہنچے۔یہ آج کے چھوٹے کیسے کھوٹے ہیں کہ بڑوں کے ہوتے ہوئے ان سے مستغنی ہوگئے۔(انفاق المحبوب ص ۲۲)

بعض علماء عربی میں تقریر کرلینے کو باعثِ فخر سمجھتے ہیں:

فرمایا......آج کل بعض لوگوں کو اس کا خبط ہوگیا ہے کہ وہ عربی میں تقریر کرلینے کو بڑا کمال اور فخر سمجھتے ہیں، میں کہا کرتا ہوں کہ تم ابوالعلم ہوکر بھی ایسی عربی نہیں بول سکتے جیسی ابوجہل بولا کرتا تھا۔اگر عربی میں گفتگو کرلینا ہی علم ہے تو ابوجہل تم سب سے بڑا عالم ہونا چاہیے حالانکہ وہ ابوجہل ہی رہا، ابوالعلم تو کیا ہوتا ابن العلم بھی نہ

ہوا۔(مطاہرالاقوال ص ۷)

اہل علم میں اپنی غلطی تسلیم نہ کرنے کا بڑا مرض ہوتا ہے:

فرمایا...... یہ مرض آج کل اہل علم میں بہت ہے کہ ایک دفعہ زبان سے کوئی بات نکل جائے تو پھر اس کی پچ ہوجاتی اور مناظرہ مباحثہ کی نوبت آتی ہے، پھر ہم نے کبھی نہیں سنا کہ فریقین میں سے کسی نے اپنی بات سے رجوع کیا ہو، حالانکہ دونوں میں سے ایک ضرور ناحق ہوتا ہے۔ بعض لوگ تو یہاں تک غضب کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غلط فتویٰ قلم سے نکل گیا تو عمر بھر اسی پر جمے رہے اور اس کی تاویلیں کرتے رہے۔ حضرات ائمہ مجتہدین پر جوامت کو اعتماد ہے وہ اسی لیے ہے کہ ان کو بات کی پچ نہ تھی، وہ ہر وقت اپنی رائے سے جوع کرنے کو تیار تھے (جب بھی ان کو اپنی رائے کا غلط ہونا واضح ہوجائے) چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بہت سے مسائل میں رجوع کیا ہے (ایسے ہی دیگر ائمہ نے بھی) اور یہ مرض بات کی پچ کرنے کا تواضع سے زائل ہوتا ہے (مطاہرالاقوال ص ۳۶، ص ۳۷)

مدارس کے چندوں نے علماء کو بہت بے وقعت کر دیا ہے:

فرمایا......ان مدارس کے چندوں نے علماء کو بہت بے وقعت کر دیا ہے۔ اگر علماء اپنی حالت درست کرلیں اور ان مالداروں کو منہ نہ لگائیں اور قناعت اختیار کرلیں تو پھر عوام پر بھی بہت اچھا اثر ہو اور جب علماء ہی کو اموال کے ساتھ اس قدر دلچسپی ہو کہ دولت مندوں کی خوشامدیں کریں تو عوام بے چاروں کی کیا شکایت ہے؟ واللہ! اگر یہ لوگ خوشامد اور حرص چھوڑ کر استغناء کا معاملہ کریں تو امراء ان کے دروازوں پر خود آئیں، البتہ آنے والوں کے ساتھ بداخلاقی نہ کریں (رفع الموانع ص ۵۵، ص ۵۶)

دو برے خُلق ......طمع اور حب جاہ:

فرمایا......علماء نے محض کتابی علم کو کافی سمجھ رکھا ہے، یہ علم حاصل کرکے عمل کی ضرورت نہیں سمجھتے، حالاں کہ علم سے مقصود عمل ہی ہے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے اخلاق باطنہ درست نہیں، نہ اس کی فکر ہے، جن میں دو خلق مجھے سخت ناگوار ہیں اور میں کیا ہوں اللہ تعالیٰ کو ان سے سخت نفرت ہے؛ ایک طمع یعنی حب مال، دوسرا حب جاہ، علماء کو ان ہی دو باتوں نے زیادہ تباہ کیا ہے۔ مدرسین کی یہ حالت ہے کہ تنخواہ پر جھک جھک کرتے ہیں یہ نہایت واہیات ہے۔ اسی لیے کسی مدرسہ کے مہتمم کو اپنے کسی مدرس پر اعتماد نہیں ہوتا کہ یہ رہے گا یا نہیں؟ کیونکہ کسی دوسری جگہ سے پانچ روپیہ زاید پر بھی دعوت آ گئی تو مدرس صاحب فوراً اس مدرسہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چل دیں گے اگر چہ وہاں دین کی خدمت زیادہ نہ ہو اور پہلی جگہ دین کی خدمت زیادہ ہورہی ہو، اور گزر بھی ہورہا ہو، یہ صریح دین فروشی ہے جس سے

معلوم ہوتا ہے کہ ان کو محض تنخواہ مقصود ہے، دین کی خدمت مقصود نہیں، البتہ اگر پہلی جگہ کی تنخواہ میں گزر نہ ہوتا ہو، ضروریات میں تنگی پیش آتی ہو تو دوسری جگہ بنانے کا مضائقہ نہیں بشرطیکہ وہ تنگی واقعی ضروریات میں ہو کیونکہ فضول ضرورتوں میں تنگی ہونا معتبر نہیں وہ دراصل ضروریات ہی نہیں۔ پس یہ نہایت نازیبا حرکت ہے کہ عالم دین ہو کر مال پر رال ٹپکاتے پھریں۔

دوسرا مرض ان میں حب جاہ کا ہے جس کی وجہ سے علماء کے اندر پارٹی بندی ہوگئی ہے۔ ہر شخص اپنی ایک جدا جماعت بنانے کی فکر میں ہے۔ علماء کامل کے باب میں تو یہ مذاق ہونا چاہیے

اے دل بہ آں خراب از مئے گلگو باشی

بے ضرر گنج بصد حشمت قاروں باشی

(الفاظ القرآن ص ۶۷ ص ۶۸)

علماء کے ذمہ طلباء کی نگہداشت ضروری ہے:

فرمایا...... مدرسہ بناؤ اور اس میں تربیت اخلاق اور تعلیم سلوک کا کام کرو کہ وہی حقیقی مدرسہ بھی ہوگا اور وہی خانقاہ بھی ہوگی۔ پس حقیقی مدرسہ وہ ہے جس میں علم کے ساتھ عمل کی بھی تعلیم اور نگہداشت ہو۔

پس اے مدرسہ والو! تم اپنے مدرسوں کی سنبھال کرو اور ان کو حقیقی مدرسہ بناؤ یعنی طلبہ کے اعمال کی بھی نگہداشت کرو، ورنہ یاد رکھو:...... کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہٖ

کے قاعدہ پر آپ سے اس کے متعلق سوال ہوگا، کیونکہ آپ طلبہ کے نگہبان ہیں اور وہ آپ کی رعایا ہیں۔ پس یہ جائز نہیں کہ آپ طلبہ کو سبق پڑھا کر الگ ہو جائیں بلکہ یہ بھی دیکھتے رہو کہ ان میں سے کون علم پر عمل کرتا ہے اور کون عمل نہیں کرتا؟۔ جس کو عمل کا اہتمام ہو اسے پڑھاؤ ورنہ مدرسہ سے نکال کر باہر کرو، جب تو آپ کا مدرسہ واقعی دارالعلوم ہوگا ورنہ دارِ علم بلغت فارسی ہوگا کہ اس میں علم کو سولی دی گئی ہے۔ (مظاہر الآمال ص ۳۵)۔

بیان خاص

خدمت خلق اور خانقاہ کا قیام

بیان: شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

گزشتہ ماہ جامعہ خیر المدارس ملتان میں ''الخیر خدمت فاؤنڈیشن'' اور ''خانقاہ'' کا قیام عمل میں لایا گیا، اس موقع پر صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے اہم خطاب فرمایا۔ یہ خطاب قارئین ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کے مطالعے کے لیے پیش خدمت ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین. والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین وامام المرسلین وقائد الغر المحجلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین وعلی کل منتبعھم باحسان الیٰ یوم الدین......امابعد!

حضرات علمائے کرام اور معزز حاضرین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم سب کے لیے یہ موقع بڑی سعادت اور مسرت کا ہے کہ ملک کی ممتاز دینی درس گاہ جامعہ خیر المدارس میں آج ایک ایسا اجتماع منعقد ہو رہا ہے جو پچھلے اجتماعات اور پچھلے جلسوں سے ایک ممتاز اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ یہ کہ جامعہ خیر المدارس میں ایک باقاعدہ شعبہ اس غرض کے لیے قائم کیا گیا ہے کہ وہ خدمت خلق کے فرائض انجام دے۔ ہم نے ابھی جو حالات سنے ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بہت مختصر مدت میں ماشاءاللہ اس شعبے نے بڑی عظیم خدمات انجام دی ہیں، اور یہ سیلاب جو ملک کے ہر صوبے میں تباہی مچاتا ہوا آیا اس کے متاثرین تک امداد پہنچانے کا جو کٹھن کام تھا اللہ تعالیٰ نے اس ادارے کے اس شعبے سے وہ عظیم کام لیا، جن حضرات نے اس خدمت میں دامے، درہمے، قدمے، سخنے کسی انداز سے بھی کوئی مدد کی وہ قابل مبارک باد ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ان کو بہترین جزاء دنیا وآخرت میں عطا فرمائے......آمین۔

خدمت خلق سنتِ رسول ﷺ ہے:

آج حضرت مولانا محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم نے دو چیزوں کے افتتاح کی بات کی، ایک اس شعبہ خدمت خلق کے افتتاح کی اور دوسرے ایک خانقاہ کے قیام کی اور اس کے افتتاح کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم جن بزرگوں کے نام لیوا ہیں ان بزرگوں کے سردار حضرت سرور دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت پر اگر

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

انسان توجہ سے غور کرے تو نظر آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کو یہ سبق دیا ہے کہ تم اپنے لیے نہیں بلکہ ساری انسانیت کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ قرآن کریم میں بھی یہی فرمایا: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ......تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لیے بھیجی گئی ہے۔ تو خدمت خلق اس امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی وہ خصوصیت ہے کہ اس کو دین کا اہم حصہ قرار دیا گیا ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تواتر کے ساتھ یہ روایات موجود ہیں کہ آپ بذات خود یتیموں، بیواؤں اور مصیبت زدہ لوگوں کی دادرسی اس طرح فرماتے تھے کہ کسی کو پتا بھی نہیں چلتا تھا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دادرسی فرمادیا کرتے تھے۔

ہمارے اکابر خدمت خلق کے جذبے سے سرشار تھے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہمارے بزرگان دین دارالعلوم دیوبند کے اکابران کے بارے میں ابھی آپ نے سنا کہ دارالعلوم کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دارالعلوم سبق پڑھانے کے لیے جاتے تو راستے میں جتنی بیوائیں پڑتی تھیں ان سب بیوائیوں کے لیے سودا لانے کی ذمہ داری خود اٹھاتے تھے۔ ہمارے سب ہی بزرگوں کا معاملہ یہ رہا ہے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مالٹا میں قید تھے تو وہاں جو خاکروب ہوتے تھے ان کو ساتھ بٹھا کر ساتھ کھانا کھلایا کرتے تھے، حالانکہ وہ خاکروب مسلمان بھی نہیں تھے، لیکن خدمت خلق کے جذبے سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے سارے بزرگوں کو سرشار کیا۔

حضرت والد ماجدؒ کا ایک قصہ:

میں اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کا ایک واقعہ سناتا ہوں جو شاید کم لوگوں کو معلوم ہو، حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ تھانہ بھون جایا کرتے تھے اور اس زمانے میں سہارن پور سے گاڑی بدل کر تھانہ بھون گاڑی پہنچا کرتی تھی تو وہ اتفاق سے رات کا وقت ہوتا تھا، تو رات کے وقت حضرت والد صاحبؒ جب اسٹیشن پر اترے تو دیکھا کہ ایک اور خاندان ہے وہ بھی اترا اور اس کے ساتھ عورتیں بھی ہیں اور بچے بھی ہیں اور بڑا سامان ہے، اب وہاں چھوٹا سا پلیٹ فارم تھا، اس میں کوئی اس طرح کے انتظامات نہیں تھے جیسے بڑے اسٹیشنوں پر ہوتے ہیں، تو انہوں نے آواز دینی شروع کی کہ قلی قلی کوئی قلی ہو تو آئے، مگر کوئی قلی تھا نہیں، تو حضرت والد صاحب نے دیکھا کہ یہ بیچارے پریشان ہو رہے ہیں اور بظاہر حضرت تھانویؒ کی خدمت میں ہی وقت گزارنے کے لیے آئے ہیں۔

حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سر کے اوپر جو عمامہ ہے وہ قلیوں کے جیسا

باندھا اور وہ آواز دے رہے تھے قلی قلی......تو میں ان کے پاس چلا گیا، ان سے کہا کہ فرمایئے کہ کیا کام ہے؟ کہا کہ یہ سامان ہے لے کر جانا ہے۔ کہاں لے کر جانا ہے؟ کہا کہ تھانہ بھون کی خانقاہ ہے، حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی وہاں لے کر جانا ہے۔ تو حضرت والا صاحب حالانکہ نحیف الجثہ تھے، لیکن سارا سامان سر پر اٹھایا اور آگے آگے چلے، اور اس خاندان کو ساتھ لے کر تھانہ بھون کی خانقاہ کے پاس جا کر اس کو اتار دیا اور اتار کر غائب ہوگئے۔ اب وہ تلاش کر رہے ہیں کہ قلی کہاں ہے؟ پیسے کتنے ہیں؟۔ پہلے پوچھا بھی تھا کہ کتنے پیسے لوگے؟ تو والد صاحب نے فرمایا جو جی چاہے دے دیجیے گا۔ تو پھر وہاں جا کر سامان اتارا اور خود غائب ہوگئے۔

اگلے دن جب حضرت تھانویؒ کی مجلس تھی تو اس مجلس میں وہ صاحب جو خاندان کے سربراہ تھے وہ بھی آئے اور آکر حضرت سے عرض کیا کہ حضرت رات عجیب واقعہ ہوگیا اور کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا، سامان ہمارے ساتھ تھا اور کوئی قلی موجود نہیں تھا ایک صاحب آئے اور وہ اٹھا کر لے گئے اور یہاں لا کر رکھا اور جب دیکھا تو خود غائب ہیں۔ نہ کوئی پیسے لیے اور نہ کوئی معاوضہ لیا۔ اور یہ والد صاحب سن رہے ہیں بیٹھے ہوئے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوئی ہے تمہاری۔ یہ واقعہ کسی کو معلوم نہیں ہے نہ ان کو پتا چلا اور نہ حضرت تھانویؒ کو پتا چلا، اور نہ کسی اور کو۔ لیکن بعد میں ہم لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے یہ واقعہ سنایا تا کہ ہم بھی اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کیا کریں کہ مخلوق کی خدمت بہت بڑی نعمت ہے اور سنت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بزرگان دین کی۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست:

مولانا فرماتے ہیں کہ:

بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
طریقت بجز خدمت خلق نیست

طریقت یعنی تصوف ومصلے سے اور گدڑی پھیلانے سے اور تسبیح سے وہ سلوک حاصل نہیں ہوتا۔

ان چیزوں سے تصوف حاصل نہیں ہوتا، ''طریقت بجز خدمت خلق نیست''، طریقت مخلوق کی خدمت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ ہماری روایات ہیں، ان روایات کا الحمد للہ اس سیلاب کے موقع پر جو آفت آئی ہے، اس سے پہلے بھی جو زلزلے وغیرہ کی صورت حال پیدا ہوئی تھی لیکن اس مرتبہ خاص طور پر ہم نے دیکھا کہ جس بڑے پیمانے پر تباہی ہوئی تھی، الحمد للہ اتنے ہی بڑے پیمانے پر تقریبا مختلف لوگوں نے اپنی اپنی خدمات پیش کیں۔ مجھے اس بات کو کہتے ہوئے الحمد للہ خوشی ہوتی ہے بلکہ فخر محسوس ہوتا ہے کہ ساری انجمنیں اور جماعتیں اس کام پر لگی ہوئی تھیں، لیکن ماشاء اللہ دینی مدارس جہاں پر بھی تھے اور جتنے چھوٹے پیمانے پر تھے اس کے باوجود انہوں نے جتنی متاثرین کی

خدمت کی ہے جسمانی بھی اور مالی بھی اور متاثرین کو ہر طرح سے فائدہ پہنچانے کی کوشش کی ہے یہ ایک بڑی درخشاں مثال ہے، جو دینی مدارس نے الحمدللہ قائم کی ہے۔ مجھے الحمدللہ سارے ملک سے خبریں آتی رہی ہیں اور کہاں کہاں کس نے کتنا کام کیا ہے؟ اس کا پتا لگتا رہا ہے اور اس سے مجھے الحمدللہ بہت ہی خوشی ہوئی ہے کہ مدارس نے الحمدللہ اس میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ہر مدرسہ جہاں بھی تھا اس نے اپنے ماحول میں اپنے گردونواح میں جو متاثرین تھے ان کی امداد میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

دینی مدارس کو علمی کام متاثر کیے بغیر خدمت خلق کے شعبے قائم کرنے چاہییں:

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ آج ہم خیر المدارس جیسے ممتاز دینی ادارے کے اس شعبے کا افتتاح کر رہے ہیں۔ افتتاح تو بعد میں ہو رہا ہے کام الحمدللہ پہلے ہی شروع ہو گیا ہے، افتتاح عام طور سے اس طرح ہوتا ہے کہ اس کی تقریب کی جاتی ہے اور اعلان کیا جاتا ہے، اس کے بعد پھر کہیں کام شروع کیا جاتا ہے، ماشاءاللہ کام پہلے شروع ہو گیا ہے اور افتتاح جو ہے وہ کام کی تکمیل کے راستے میں ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے اور جیسے مولانا محمد حنیف صاحب نے فرمایا کہ دینی مدارس کو اس طرف باقاعدہ توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے، اور ساتھ ساتھ اپنے علمی کام پر اس کو اثر انداز نہیں ہونا چاہیے، علمی کام اپنی جگہ جاری رہے، ایسے طریقے پر یہ شعبے قائم ہوں کہ اس میں تعلیم کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ یہ بہت بڑی گراں قدر نصیحت ہے جو مولانا نے فرمائی ہے تو میں ان کی تائید کرتا ہوں اور اسی کا تکرار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے، لیکن اس طرح سے ہو کہ اخلاص کے ساتھ ہو، للّٰہیت کے ساتھ ہو اور جن کو بھی امداد دی جائے تو وہ کوئی ان کے اوپر احسان نہیں ہے وہ ان کے لیے باعث تذلیل نہیں ہے بلکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْم.

انسانوں کے مال میں باقاعدہ حق ہے ان لوگوں کا جو محروم ہیں۔ یہ کوئی احسان نہیں ہے، زکوٰۃ اگر کسی کو دیتے ہیں یا صدقہ دیتے ہیں یا ویسے بھی امداد کرتے ہیں، یہ اس کے اوپر کوئی احسان نہیں ہے، یہ ان کا حق ہے ہمارے مال کے اندر، اس واسطے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے الحمدللہ جن جن لوگوں نے بلکہ میں سمجھتا ہوں ماشاءاللہ لوگوں نے بھی بڑی فراخ دلی سے اس کام میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

خود ہم نے جو مکانات کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا تھا، ہم نے سو مکانات کی تعمیر کا اعلان کیا تھا لیکن الحمدللہ اب سو کیا تقریباً ہزار کے قریب ہو جائیں گے؛ ان شاءاللہ۔ اللہ کی رحمت سے امید یہ ہے۔ اس لیے اس کو بڑا غنیمت کا موقع سمجھنا چاہیے اور اس میں بڑھ چڑھ کر دامے درمے...... ہر طرح سے حصہ لینا چاہیے۔

’’درمدرسہ خانقاہ دیدیم‘‘:

یہ جو خانقاہ قائم ہورہی ہے یہ خانقاہ بھی ایک عجیب چیز ہے دارالعلوم دیو بند جب قائم ہوا تو دارالعلوم دیو بند کی جب تاریخ نکالی گئی وہ جو حروف ابجد کے حساب سے تاریخ نکالی جاتی ہے تو اس کی تاریخ یہ ہے کہ: **’’درمدرسہ خانقاہ دیدیم‘‘** یہ دارالعلوم دیو بند کی تاریخ قیام ہے، یعنی اس کے حروف کے اعداد جمع کیے جائیں تو اس سے دارالعلوم دیو بند کے قیام کی تاریخ نکلتی ہے...... ’’درمدرسہ خانقاہ دیدیم‘‘۔ کہ ہم نے مدرسہ میں خانقاہ دیکھی، دیکھنے میں مدرسہ ہے لیکن حقیقت میں خانقاہ ہے۔ خانقاہ کی حقیقت کیا ہوتی ہے؟ خانقاہ کا معنی یہ ہے کہ وہاں پر جو لوگ آئیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گزارنا سیکھیں، یہ خانقاہ ہے۔

دین کے سیکھنے اور تربیت کا کام خانقاہ میں ہوتا ہے:

دین کا علم حاصل کرنا اپنی جگہ ہے اور دین کا سیکھنا یعنی اس کی تربیت حاصل کرنا کہ اپنی زندگیوں میں اس دین کو کس طرح سمویا جائے؟ یہ کام خانقاہوں میں ہوتا ہے۔ اب چاہے خانقاہ کا نام رکھو یا خانقاہ کا نام نہ رکھو لیکن کام وہ کرو جو خانقاہ کا ہوتا ہے یعنی اس میں دین سکھایا جائے عملاً تربیت دی جائے، روحانی امراض کا علاج کیا جائے، تکبر کا، حسد کا، شہرت پسندی کا، ریا کاری کا، علاج کیا جائے، تو اس کو خانقاہ کہتے ہیں، اسی وجہ سے میں نے عرض کیا کہ دارالعلوم دیو بند کو یہ کہا کہ ہم نے مدرسہ میں خانقاہ دیکھی، وہاں الگ سے کوئی خانقاہ نہیں تھی مدرسہ کے اندر۔

دارالعلوم کے شیخ الحدیث سے لے کر دربان تک صاحب نسبت ہوتے تھے:

مدرسہ کا حال یہ تھا کہ میرے دادا حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمہ اللہ جو دارالعلوم دیو بند کے ہم عمر تھے، ان کی تاریخ پیدائش اور دارالعلوم دیو بند کا قیام ایک ہی سال میں ہوا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے وہ ہم سبق تھے۔ انہوں نے ساری زندگی دارالعلوم دیو بند میں پڑھایا ہے، وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دارالعلوم دیو بند کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب کہ دارالعلوم کے شیخ الحدیث سے لے کر دربان تک ہر شخص صاحب نسبت ولی اللہ ہوتا تھا۔ شیخ الحدیث سے لے کر دربان تک صاحب نسبت ولی اللہ ہوتا تھا۔ تو الحمدللہ خیر المدارس تو پہلے ہی سے خانقاہ ہے لیکن تنظیم کے طور پر اور ایک تقسیم کار کے طریقے پر الحمدللہ یہ خانقاہ بھی قائم ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ذکر و فکر سے آباد فرمائے اور یہاں پر آنے والے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بھی عادی بنیں اور اتباع سنت کا بھی نمونہ بنیں۔ جو امراض باطنہ ہیں...... تکبر، حسد، ریا کاری وغیرہ۔ ان چیزوں سے پاک ہوکر یہاں سے جائیں، یہ میری دعا ہے۔ اور اسی پر میں اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔ سب مل کر دعا کرلیں۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

ٹرانس جینڈر قانون کے نتائج وعواقب

یہ قانون اللہ تعالیٰ کے نظام تکوین وتشریع میں مداخلت ہے

بیان: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۱۹ر صفر المظفر ۱۴۴۴ھ بروز جمعۃ المبارک کو حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ٹرانس جینڈر قانون کے حوالے سے اصولی اور بنیادی امور کے حوالے سے خطاب فرمایا۔ اور اس سے اگلے جمعہ کو ٹرانس جینڈر قانون پر سیر حاصل گفتگو فرمائی، جس سے زیر بحث مسئلہ بخوبی واضح ہو کر سامنے آیا۔ مذکورہ قانون پاکستانی معاشرے کے خلاف ایک معمولی اقدام ہے۔ افسوس ہے کہ اس کی منظوری میں قومی سطح کی تین بڑی پارٹیاں شریک رہیں۔ ضرورت ہے کہ اس معاملے کی سنگینی کو عامۃ الناس کے سامنے واضح کیا جائے۔ ذیل میں اسی مطمحِ نظر سے حضرت ناظم اعلیٰ صاحب کا پہلا خطاب پیش کیا جا رہا ہے۔

نحمدہ تبارک و تعالیٰ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ و اصحابہ واتباعہ اجمعینا ما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف: ۵۴)

بزرگانِ محترم!...... کائنات میں دو نظام اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں ایک کو تکوینی نظام کہا جاتا ہے اور دوسرے نظام کو تشریعی نظام کہا جاتا ہے۔

تکوینی نظام:

آسان الفاظ میں یوں سمجھیں کہ ایک کائنات ہے اور ایک شریعت ہے کائنات میں آسمان ہے، زمین ہے، سورج ہے، چاند ہے، ستارے ہیں، پہاڑ ہیں، دریا ہیں، سمندر ہیں، جنگلات ہیں، حیوانات ہیں، انسان ہیں، جنات ہیں، فرشتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کائناتی نظام ہے اسی کائناتی نظام میں بارشوں کا آنا، ہواؤں اور آندھیوں کا چلنا، سیلاب کا آنا، زلزلے وغیرہ، رات اور دن، صبح وشام یہ تمام اللہ تعالیٰ کا کائناتی نظام کہلاتا ہے یہ ساری ایک کائنات ہے اس کے نظام کو تکوینی نظام بھی کہتے ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

تکوینی نظام کی وجہ تسمیہ:

اس نظام کو تکوینی یا کائنات اس لیے کہتے ہیں کہ یہ کائنات اور اس کا نظام اللہ تعالیٰ کے کلمہ ’’کـــن‘‘ سے وجود میں آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ’’ہوجا!‘‘ ......ہوگئے۔ ’’کُنْ ...... فَیَکُوْن‘‘ آپ نے قرآن مجید میں پڑھا ہے۔ تو اس سے سمجھ لیں کہ ’’کن فیکون‘‘ اسی کا نتیجہ ہے۔

کائنات کا نظام ......اس کو تکوینی نظام کہتے ہیں، کائناتی نظام کہتے ہیں۔ پھر دہراتا ہوں کائنات اور تکوینی نظام یہ آسمان، زمین سورج چاند ستارے یہ پہاڑ، دریا، سمندر، جنگلات، درخت، حیوانات، انسان، جنات، فرشتے، دن، رات، صبح وشام، بارشیں، سیلاب، زلزلے ہوائیں، آندھیاں یہ تمام اللہ کا کائناتی نظام ہے اس کو تکوینیات کہتے ہیں۔

تشریعی نظام:

اور دوسرا سلسلہ جو اللہ نے قائم کیا اس کو تشریعی کہتے ہیں۔ تشریعی کو آپ شریعت سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

اللہ کا ایک سلسلۂ نظام ہے کہ اللہ نے آسمان سے احکام اتارنے، شریعتیں اتاریں، یہ حلال ہے یہ حرام ہے، یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے، یہ فرض ہے یہ واجب ہے یہ سنت ہے، یہ مستحب ہے یہ نفل ہے یہ کرنا ہے یہ نہیں کرنا۔ اس سے اللہ نے روکا ہے اس کا اللہ نے حکم دیا ہے مثلاً شراب سے روکا، نماز پڑھنے کا حکم دیا تو ان تمام چیزوں کو شریعت کہتے ہیں یہ تشریعی نظام کہلاتا ہے۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، دونوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

زمین وآسمان ہم نے نہیں بنائے۔ سورج اور چاند کو ہم نے نہیں بنایا۔ ستاروں، دریاؤں، سمندروں، جنگلات کو ہم نے نہیں بنایا۔ انسانوں کو ہم نے نہیں پیدا کیا۔ جانوروں کو ہم نے نہیں پیدا کیا۔ درختوں کو ہم نہیں پیدا کرتے اور نہ اگاتے ہیں۔ یہ تمام کا تمام کائناتی نظام اور تکوینی نظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ زمین وآسمان کو بلا شرکت غیرے اللہ نے پیدا کیا اور بنایا ہے۔

ہر چیز کا خالق صرف اَللّٰہ ہے:

قرآن کریم پڑھنے والوں اور سمجھنے والوں کو معلوم ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ یہ اللہ کے علاوہ اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں ان کو اپنا خدا مانتے ہیں، ان سے ذرا یہ تو پوچھو کہ زمینوں کو کس نے بنایا؟ آسمانوں کو کس نے بنایا؟ سورج اور چاند کو کس نے بنایا؟ تو یہ کافر اور مشرک بھی یہ جواب دینے اور ماننے پر مجبور ہوں گے کہ ان کو بنانے والا صرف ایک اَللّٰہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"اَلَا لَـهُ الْخَلْقُ" (الاعراف:۵۴) یہ ساری کائنات کی تخلیق اس کا بنانا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے۔

قدرتِ خداوندی کے مشاہداتی دلائل:

قرآن کریم میں واضح طور پر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج مشرق سے نکالتا ہے روزانہ جب صبح کوسورج نکلتا ہے مشرق سے نکلتا ہے مغرب میں غروب ہوتا ہے اگر کوئی کہے کہ میں بھی خدا ہوں اور وہ دعویٰ کرے خدائی کا تو اس سے کہو کہ اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے تو مغرب سے نکال کر مشرق میں غروب کر کے دِکھا!......وہ نہیں دِکھا سکتا۔ یہ سارا نظام اللہ کا ہے اللہ نے سورج بنایا۔ اگر کسی میں ہمت وطاقت ہے تو سورج کی طرح سورج بنا کر دکھائے، ستاروں کی طرح ستارہ بنا کر دکھائے۔کوئی بھی انسان اس پر قدرت نہیں رکھتا، انسان زیادہ سے زیادہ یہ کرے گا کہ مصنوعی لائٹس لگائے گا، لوڈشیڈنگ ہوئی تو ان کی روشنی بھی ختم ہو جائے گی۔کئی لوگ اپنے گھر کی چھتوں پر اس طرح کے سوراخ کر دیتے ہیں لائٹوں کے لیے جیسے وہ ستارے چمک رہے ہوں لیکن جب بجلی چلی جاتی ہے تو وہ سارے ختم ہو جاتے ہیں۔تو یہ جتنا بھی کائنات کا نظام اور سسٹم ہے اس کا خالق کون ہے؟......اللہ تعالیٰ!۔

اللہ ہی، نہ کہ اللہ بھی:

بھلے تمہارا عقیدہ ٹھیک ہے، لیکن جواب غلط ہے تم نے کہا "اللہ"۔ کہو "اللہ ہی ہے"۔ اس لیے کہ کافر و مشرک بھی اللہ کو مانتا ہے لیکن اللہ کے ساتھ بتوں کو بھی مانتا ہے وہ بھی قائل ہیں ہم بھی قائل ہیں۔ مشرک کہتا ہے کہ لات وعزیٰ یہ بھی خدا ہیں اللہ بھی خدا ہے۔ یہ مشرکوں کا عقیدہ ہے موحد اور مومنوں کا عقیدہ یہ نہیں ہے وہ کہتے ہیں اللہ ہی ہمارا معبود ہے۔

"بھی" اور "ہی" میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ایک آدمی کہتا ہے اللہ ہی اولاد دیتا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ اللہ بھی اولاد دیتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ کوئی اور بھی اولاد دیتا ہے...... پیر بھی دیتا ہے۔ دونوں کے عقیدے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ زمین وآسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ ہی اولاد دیتے ہیں۔ ہم "ہی" والے ہیں "بھی" والے نہیں۔

بعض لوگ قبروں پر سجدے کرتے ہیں، پیروں کو بھی کرتے ہیں نماز بھی پڑھتے ہیں وہ "بھی" والے ہیں۔ اللہ کو بھی سجدہ اور پیر کو بھی سجدہ، مسجد میں بھی سجدہ قبر پر بھی سجدہ۔ یہ "بھی" والا عقیدہ مشرکوں کا ہے۔ یہ مسلمانوں، مومنوں

اور موحدوں کا نہیں ہے۔ مومنوں، موحدوں، کلمہ پڑھنے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ ہی کو سجدہ کیا جا سکتا ہے کسی اور کو نہیں، نفع ونقصان کا مالک کون؟......اللہ ہی ہے۔ اولاد دینے والا کون؟......اللہ ہی! ۔ کاروبار اور تجارت میں نفع و نقصان کا مالک کون؟......اللہ ہی! ۔ عبادت کے لائق کون؟......اللہ ہی! ۔ عالم الغیب کون؟......اللہ ہی! ۔ مختار کل کون؟......اللہ ہی! ۔ ''اللہ ہی ہے'' ۔ ''اللہ بھی'' نہیں۔ جتنی بھی کائنات ہے اس کو بلا شرکت غیرے صرف ایک ذات نے بنایا اور پیدا کیا ہے اور وہ کون ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آسمانوں کو اکیلے اللہ نے بنایا زمینوں کو اکیلے اللہ نے بنایا، سورج، چاند اور ستاروں کو اکیلے اللہ ہی نے پیدا کیا۔ درختوں، دریاؤں، سمندروں کو اسی نے بنایا اور پھر بارشوں کا آنا یا نہ آنا، زلزلوں کا آنا یا نہ آنا، دن اور رات، صبح اور شام یہ تمام کے تمام نظام اللہ ہی نے بنائے ہیں اور ان سب کا اختیار اور اس کی طاقت اللہ ہی کے پاس ہے۔

نظامِ قدرت صرف اللہ ہی بدل سکتے ہیں:

کوئی اگر یہ چاہے کہ آج کا دن لمبا ہو جائے رات نہ آئے تو ایسا ممکن ہی نہیں ساری دنیا مل کر رات کو آنے کو روک نہیں سکتی، ساری دنیا جمع ہو جائے امریکہ اور یورپ دنیا کے تمام سائنسدان تمام جدید ترین ٹیکنالوجی کے سائنسدان یہ چاہیں کہ آج جمعہ کا دن کہ ہم اتنا لمبا کریں گے کہ شام کو سات بجے سوا سات بجے جس وقت سورج غروب ہوتا ہے ہم نے سورج کو غروب نہیں ہونے دینا، ہم نے اسی دن کو لمبا کرنا ہے، رات کو نہیں آنے دینا تو وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ پوری دنیا مل کر رات کو آنے سے روک نہیں سکتی، سورج کو غروب ہونے سے روک نہیں سکتی۔ یہ طاقت صرف اللہ ہی کے پاس ہے اللہ چاہے تو روک سکتا ہے اور اللہ نے روک کر دکھایا ہے، اپنی طاقت دکھائی ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر گئے جب واپس آئے تو آپ نے آکر مکہ والوں کو بتایا کہ میں رات کے ایک حصے میں مکہ سے فلسطین گیا، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ، بیت اللہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر وہاں سے عرشِ معلیٰ پر پھر وہاں سے رات کے ایک حصہ میں واپس بھی آ گیا، تو کافروں نے کہا مشرکین نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس زمانے میں ہوائی جہاز بھی نہیں تھے تو رات کے معمولی حصے میں کیسے اتنا سفر طے کر کے واپس بھی آ گئے؟ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منوانے کے لیے کچھ علامتیں، نشانیاں بیان فرمائیں۔ ان میں سے ایک یہ بیان بھی فرمایا کہ مجھے راستے میں تمہارا ایک قافلہ ملا جو کاروبار کرنے کے لیے باہر گیا ہوا تھا۔ دوسرے علاقے میں گیا ہوا تھا۔ میں نے اس کو واپس آتے ہوئے دیکھا ہے وہ واپس مکہ آ رہا ہے اور وہ فلاں دن شام مغرب تک واپس مکہ آ جائے گا وہ کہنے لگا اچھا انتظار کرتے ہیں آپ کی بات سچی ہے یا نہیں؟ وہ دن آ گیا، صبح ہو گئی، دوپہر ہو گئی، شام ہونے کا وقت

ہوا،سورج غروب ہونے کے قریب ہوا مگر ابھی تک قافلہ نہیں آیا۔مکہ کے کافر پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے، دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھ رہے ہیں کچھ نظر کہیں آرہا، ہمارے جس قافلہ کے بارے میں مسلمانوں کے نبی نے بتایا کہ آج پہنچ جائے گا، قریب قریب کہیں نظر نہیں آرہا تو اب وہ خوش ہورہے ہیں کہ ہم تو پہلے نبی اور پیغمبر نہیں مانتے آج ان کی بات غلط، جھوٹی (نعوذ باللہ) ثابت ہو جائے گی۔اور مسلمانوں کو بھی پتہ چل جائے گا یہ سچا نبی نہیں یہ صورتحال دیکھ کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے۔

دعا میں بڑی طاقت ہے:

یاد رکھو میرے دوستو! دعا میں جو طاقت ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں ہے جب کوئی مشکل پیش آئے تو دعا کیا کرو، دعا میں بڑی طاقت ہے، دُعا ڈائریکٹ اللہ کے پاس جاتی ہے خود اللہ کہہ رہا ہے کہ تمہارے بلانے کی دیر ہے میرے قبول کرنے میں دیر نہیں ہے۔"اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" (البقرۃ:۱۸۶) ہمارا دعا پر یقین ختم ہو گیا ہے۔اس لیے ہم سلام پھیرتے ہی بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں ہمیں دعا کی ضرورت نہیں، حالانکہ دعا میں بڑی طاقت ہے۔دعا انسان سے مصیبت کو ٹال دیتی ہے۔

دُعائے نبوی سے غروب آفتاب مؤخر ہو گیا:

تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیے۔اے اللہ! میں نے ان کو بتایا تھا کہ فلاں قافلہ آج شام تک پہنچ جائے گا مگر ابھی تک اس کے کوئی نشان آثار دکھائی نہیں دے رہے اگر میری بات غلط ہوگئی تو اسلام کا دروازہ بند ہو جائے گا۔لوگ آپ کا بھی انکار کر دیں گے۔اے اللہ! میری بات کو سچا کر دے! دعا قبول ہوئی اللہ نے سورج کو حکم دیا کہ تیرے غروب ہونے کا وقت ہو گیا ہے تو نے اپنا سفر مکمل کر لیا ہے اور تو اب غروب ہونے والا ہے لیکن آج تجھے غروب ہونے کی اجازت نہیں، تو فضا میں رک جا۔اور کھڑے ہو کر انتظار کر۔میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات جب سچی ہو جائے اور وہ مکے والوں کا قافلہ جب مکہ واپس پہنچ جائے پھر تجھے غروب ہونے کی اجازت ہے۔اس سے پہلے اجازت نہیں "سبحان اللہ" اللہ نے سورج کو روک دیا۔

ایک جنگ کے موقع پر حضور علیہ السلام کی نماز عصر قضاء ہونے لگی، دعا کی اے اللہ ہماری نماز قضا ہونے لگی ہے تو اللہ نے سورج کو روک دیا تا کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قضا نہ ہو۔انتظار کر! جب نماز پڑھ لیں پھر غروب ہونا! اللہ سورج کو روک سکتا ہے پوری کائنات مل کر سورج کو روک نہیں سکتی۔پوری دنیا کے سائنسدان جدید ترین ٹیکنالوجی اور اپنی تمام طاقتوں اور مادی قوتوں کے باوجود ایک منٹ کے لیے سورج کو چاند کو نہیں روک سکتے۔میرا اللہ

روک سکتا ہے۔تو یہ سارا نظام کس کے اختیار میں ہے؟ بولو! اللہ ہی کے اختیار میں ہے (اللہ ہی کے اختیار میں ہے)۔ یہ سارا نظام کس کی طاقت میں ہے؟ یہ کس کی قدرت میں ہے (اللہ ہی کی قدرت میں ہے)۔اس کو بنانے، چلانے والا کون ہے؟ (اللہ ہی ہے)۔مضبوط چھتیں گر جاتی ہیں سیلاب آ یا ہے بڑی بڑی عمارتیں گر گئیں پانی میں بہہ گئیں لیکن آج تک کہیں آسمان کی چھت کا ایک ٹکڑا تک نہیں گرا ''سبحان اللہ'' واہ رب تیری شان!۔

آمدم برسرِ مطلب:

تو میں نے آپ کو پہلی بات یہ سمجھائی کہ دو نظام ہیں ایک نظام وسسٹم کا نام تکوینی نظام ہے۔زمین وآسمان، سورج، چاند، ستارے، دریا، سمندر، پہاڑ، درخت، حیوانات، انسان، جنات، فرشتے، دن رات بارشیں، زلزلے، سیلاب یہ تمام کا تمام اللہ تعالیٰ کا کائناتی اور تکوینی نظام کہلاتا ہے۔اور اس کو تکوینی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ کلمہ کن سے وجود میں آیا ہے یہ اللہ کے ارادے سے وجود میں آ گیا۔''کن'' کہنا بھی نہیں پڑا۔یہ تو ویسے ہی سمجھایا جا رہا ہے اللہ نے ارادہ کیا آسمان بن جائے، بن گیا جیسے اللہ نے چاہا ویسے بن گیا، زمین کا فرش بچھ گیا، سورج، چاند، ستارے بن گئے۔یہ تمام کے تمام اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کیے اس کو کہتے ہیں، تکوینی نظام۔اگر آج کے بعد تمہارے کانوں میں لفظ''تکوینی نظام'' پڑے تو تمہیں اس کا مفہوم سمجھ آ جانا چاہئے کہ ساری کائنات کے مالک وخالق اکیلے اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔اس کے خودمختار بھی اللہ تعالیٰ تمام پاور اور اختیار بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔کوئی چاہے آج دن نہ نکلے آج رات نہ آئے۔رات کو آپ کا فنکشن ہو رہا ہے لمبا ہو گیا آپ نے کہا ذرا سورج نہ نکلے، لیٹ ہو جائے تاکہ ہم اپنا رات والا کام پورا کر لیں تو ایسا نہیں ہو سکتا۔کوئی رات کا چوکیدار ہے وہ سوچے کہ بارہ بجے ایک بجے رات ختم ہو جائے میں گھر چلا جاؤں، رات کی ڈیوٹی والے چاہیں رات جلدی ختم ہو جائے ہم جلدی گھر چلے جائیں یہ کسی کے اختیار میں نہیں۔ رات اور دن کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔بنایا بھی اسی نے چلایا بھی اسی نے۔اس کے اختیار میں ہے۔

اور دوسرا نظام تشریعی ہے۔شریعت والا نظام ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے دنیا میں جاری فرمایا۔شریعت والا نظام کیا ہے؟......شریعت کا نظام یہ ہے کہ کیا حلال کیا حرام ہے؟، کیا جائز یہ کیا ناجائز ہے؟، کیا فرض ہے کیا واجب ہے؟، کیا سنت ہے کیا مستحب ہے، کیا نفل ہے کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا، کیا گناہ ہے، کون سی چیز نیکی ہے، کونسی چیز خیر ہے، کون سی چیز شر ہے اور کن کاموں کا حکم دیا گیا اور کن سے روکا گیا ہے؟ یہ تمام شرعی احکام یہ بھی میرے اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔جو اللہ نے نبیوں، پیغمبروں کو بتائے۔پیغمبروں نے ہمیں بتایا، نبی نے حلال وحرام نہیں بنائے، اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔پیغمبروں کے ذریعے اللہ نے ہمیں بتایا ہے۔آسمانی کتابوں کے ذریعے ہمیں بتایا۔اللہ نے نبیوں پر صحیفے اتارے، رسولوں پر کتابیں اتاریں، اتار کر اللہ نے بتایا کہ یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، یہ جائز ہے، یہ

ناجائز ہے، یہ فرض ہے، یہ واجب ہے، یہ سنت ہے، یہ مستحب ہے، یہ نفل ہے، یہ گناہ ہے، یہ نیکی ہے، یہ خیر ہے، یہ شر ہے، یہ کرنا ہے، یہ نہیں کرنا۔ یادرکھیے! اس کو کہتے ہیں تشریعی نظام، یعنی شریعت کا نظام، یہ صرف اللہ ہی کے اختیار میں ہے جس طرح زمین وآسمان، سورج، چاند، ستارے، دریا، سمندر یا پہاڑ کوئی نہیں بنا سکتا اسی طرح کسی چیز کو حلال وحرام بھی کوئی نہیں کرسکتا، جس کو میرے اللہ نے حلال کہہ دیا وہ قیامت تک حلال ہے جس کو میرے اللہ نے حرام قرار دے دیا وہ قیامت تک حرام ہے۔

ساری کائنات مل کر سورج نہیں بنا سکتی، چاند نہیں بنا سکتی دن نہیں بنا سکتی، اس میں تبدیلی نہیں کرسکتی، سورج کو پہلے نکالنا اور غروب کرنا ان کے اختیار میں نہیں، اسی طرح حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔ یہ بھی صرف اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ کوئی شخص دن اور رات کو نہیں بدل سکتا، کوئی سورج اور چاند کے نظام کو نہیں بدل سکتا۔ اسی طرح یادرکھیے! شریعت کے احکام کو بھی کوئی نہیں بدل سکتا، اس کا بنانے والا بھی چلانے والا بھی اللہ ہی ہے۔ حلال وحرام بنانے والا بھی اور بتانے والا بھی اللہ ہی کا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعہ بتایا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ”الا لہ الخلق والامر“ (الاعراف: ۵۴) خبردار! اللہ ہی کے لیے ہے۔ کائنات کو پیدا کرنا اور اللہ ہی کا اختیار ہے، کیا میں نے آڈر دینا ہے یا حکم کرنا ہے کس کو حلال قرار دینا ہے کس کو حرام قرار دینا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایمان افروز جملہ:

حکیم الامت مجدد الملۃ والدین حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے پاس چند روشن خیال جو اپنے آپ کو زیادہ پڑھے لکھے سمجھتے تھے؛ آئے اور آکر حضرت سے بہت دیر تک گفتگو کی، گفتگو بحث میں چلی گئی اور یہ کہنے لگے کہ حضرت آج کل بینکوں میں جو سود ہے یہ وہ سود نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا جس کو قرآن میں حرام قرار دیا، یہ ربوا نہیں ہے، آپ فتویٰ دے دیں کہ یہ جائز ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ ان کو سمجھاتے رہے کہ یہ بھی سود ہے یہ بھی حرام ہے۔ یہ وہی ربوا ہے، جس کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وَحَرَّمَ الرِّبٰو“ (البقرۃ: ۲۷۵)۔ اس زمانے میں بھی یہی ہوتا تھا کہ لوگ قرض کے طور پر پیسے لیتے تھے اور اس پیسے سے کاروبار بھی کیا کرتے تھے، جتنے دیے، دینے والا اس سے ڈبل یا اس سے زیادہ واپس لیا کرتا تھا۔ اس زمانے میں اگرچہ بینکوں کی بڑی بڑی بلڈنگیں نہیں ہوتی تھیں لیکن بینک والا لین دین عرب میں بھی ہوتا تھا، عرب کے قبیلوں میں بھی یہ ہوتا تھا کہ وہ پیسے لیتے اور اس پیسہ سے کاروبار کرتے اور جس سے لیے ہوتے اس کی شرط ہوتی تھی ایک لاکھ دوں گا اور سوا لاکھ لوں گا تو نے میرے پیسوں سے نفع کمایا تو مجھے اس سے زیادہ دے گا۔ آج کل بینکوں میں بھی یہی ہوتا ہے کہ انسان بینک سے

ایک لاکھ لیتا ہے اور ڈیڑھ لاکھ واپس کرتا ہے۔ تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ ان کو سمجھاتے رہے اور فرماتے رہے بھائی یہ بھی سود ہے۔ آج کل بینکوں کا لین دین بھی حرام ہے جو سودی کاروبار کرتے ہیں وہ اللہ سے جنگ کرتے ہیں، پیغمبر سے جنگ ہے، ان کو سمجھ نہ آئی وہ پھر اصرار کرنے لگے حضرت آپ ایک فتویٰ لکھ دو کہ یہ جائز ہے یہ وہ سود نہیں ہے۔ تو کیا پیارا جملہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سب مسلمان سنیں، دل کی تختی پر لکھیں، خاص طور پر میرے عزیز طلبہ اور علماء اس طرح اپنے اکابر کے طریقہ پر چلنا ہے تم نے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر اشرف علی تھانوی آج کے بینکوں کے سود کو حلال لکھ دے گا کہ یہ جائز ہے یہ حلال ہے، تو یہ حلال ہو جائے گا؟ یہ جائز ہو جائے گا؟ سنو! ایک اشرف علی نہیں لاکھ اشرف علی بھی لکھ کر دے دیں کہ یہ حلال ہے تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ وہ حرام ہی رہے گا میرے رب نے جس کو حرام قرار دے دیا ایک اشرف علی نہیں ہزاروں اشرف علی مل کر حرام کو حلال نہیں بنا سکتے جس کو میرے اللہ نے کہہ دیا حلال اس کو حرام نہیں قرار دے سکتے اور جس کو اللہ نے حرام قرار دیا اس کو ساری دنیا مل کر حلال نہیں قرار دے سکتی۔

حلال وحرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ میرے داماد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دوسرے شادی کا ارادہ ہے یہ میری بیٹی سیدنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں خطاب فرمایا اور فرمایا کہ میرا اللہ جس چیز کو حلال قرار دے جس کی اجازت اللہ دے دے جس کو اللہ تعالیٰ جائز قرار دیں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو حرام قرار نہیں دے سکتا میں اس کو ناجائز نہیں قرار دے سکتا،

جب اللہ نے مرد کو ایک وقت میں چار شادیوں کی اجازت دی ہے تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسری شادی سے نہیں روک سکتا۔ جب اللہ نے اجازت دی تو میں کیسے روک سکتا ہوں؟ کون کہہ رہے ہیں؟ کائنات کے سردار۔ پیغمبروں کے سردار، سب سے اعلیٰ نبی اور پیغمبر۔ کیونکہ اللہ نے اجازت دی ہے۔ قرآن میں ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ" (النساء: ۳) تمہیں اجازت ہے دو سے تین سے چار سے تم شادی کر سکتے ہو ایک وقت میں چار بیویاں رکھ سکتے ہو بشرطیکہ انصاف کرو ہر ایک کے ساتھ عدل کرو، کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو، ہر ایک کا پورا پورا خیال رکھو، پورا پورا وقت دو ہر ایک کو۔ اگر عدل وانصاف کر سکتے ہو خرچے میں، وقت میں اور توجہ میں ہر ضرورت کو پورا کرنے میں، ایک کو مرغی اور دوسری کو دال یہ انصاف نہیں، دونوں کو دال یا دونوں کو مرغی اگر انصاف کر سکتے ہو تو چار شادیاں کر سکتے ہو۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا جب میرے اللہ نے اجازت دی ہے تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی اجازت میں پابندی نہیں لگا سکتا۔ میں روک نہیں سکتا۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روک نہیں سکتا، میں یہ حکم نہیں دے سکتا کہ وہ دوسری شادی نہ کرے۔ کیونکہ اللہ نے اجازت دی ہے مگر اتنا ان کو خیال رہے کہ اگر میری بیٹی کو تکلیف پہنچی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف پہنچے گی، میری بیٹی کو اگر دکھ ہوا تو وہ دکھ میری بیٹی کا نہیں رہے گا۔ وہ دکھ محمد کو ہوگا۔ یہ الفاظ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندہ رہیں خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری شادی نہیں کی۔ بعد میں کی ہے۔ یہ میں نے دلیل کے طور پر بیان کی جس کو اللہ حلال قرار دے اور جائز قرار دیدے اس کو اللہ کا نبی بھی ناجائز اور حرام نہیں قرار دے سکتا۔ جس طرح کائنات کے نظام میں کسی کا اختیار نہیں، شریعت کے نظام میں بھی کسی کا اختیار نہیں۔

نظامِ تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں:

میں نے دین کی بنیادی بات آج آپ کو سمجھائی ہے کہ جس طرح سورج، چاند، ستارے، زمین وآسمان، انسان وحیوانات، نباتات، جمادات، پہاڑ، دریا، سمندر ان سب کا سسٹم اور نظام اللہ کے اختیار میں ہے۔ اسی طرح شریعت بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ جس طرح کائنات کا اختیار کسی کے پاس نہیں، اسی طرح شریعت کا اختیار بھی کسی کے پاس نہیں اللہ نے مجھے اور آپ کو دو آنکھیں دی ہیں ہم سے پوچھ کر دی ہیں؟ یہ اللہ کی تخلیق اور نظام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس تخلیق کے نظام میں جو آپ کو نظر آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی کو گورا کیوں بنایا؟ کسی کو کالا کیوں بنایا، کسی کا قد لمبا ہے کسی کا قد چھوٹا ہے، کوئی موٹا ہے، کوئی پتلا ہے، یہ اللہ کا نظام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس کو کونسا رنگ دینا ہے گورا دینا ہے یا کالا دینا ہے یہ فیصلہ میرے اللہ ہی نے کیا ہے، کالا آدمی جتنی کریمیں لگاتا رہے کالا ہی رہے گا کسی کے دھوکے میں نہ پڑ جانا، خاص طور پر آج کل ایسے میک اپ کا سامان آ گیا ہے عورتیں وہ لگائیں تو پتا چلتا ہے کہ یہ تو بڑی گوری ہے اور جس وقت میک اپ نہ کیا ہوا ہو تو اس کو دیکھ کر ڈر لگنے لگ جاتا ہے، اتنی خوفناک شکل ہوتی ہے یہ مصنوعی ہوتا ہے جو رنگ اللہ نے دیا ہے وہی رہے گا میک اپ اس کا رنگ نہیں بدل سکتا وقتی طور پر ہوگا دھوکہ دے گا اصل میں وہی ہوگا۔ ایسا کوئی میک اپ نہیں ہوگا کہ اصل میں جو کالا تھا وہ گورا ہو جائے، میرے اللہ نے نظامِ تخلیق میں کسی کو شریک نہیں کیا، کسی کو اختیار نہیں دیا، یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

اسی طرح یہ بھی اختیار اللہ کا ہے کہ اس نے کسی کو مرد بنایا، کسی کو عورت بنایا، کسی کو کچھ نہیں، تیسری جنس بنایا، جس کو ہجڑا کہتے ہیں، خواجہ سرا کہتے ہے، مخنث کہتے ہیں، یہ اللہ کی تخلیق ہے کامل مرد بنایا، کامل عورت بنایا، درمیان میں رکھا

نہ پورا مرد بنایا، نہ پوری عورت بنایا، یہ میرے اللہ کا نظام ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، کوئی بدل نہیں سکتا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا"لا تبدیل لخلق اللّٰہ"(الروم: ۳۰) میرے اللہ کی تخلیق میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کا نظام ہے جیسے میں نے آپ کو سمجھایا، شریعت میں حلال کو حرام میں نہیں بدلا جا سکتا، پوری دنیا کی طاقت مل کر سورج کو ختم نہیں کر سکتی، چاند کو ختم نہیں کر سکتی، ستاروں کو ختم نہیں کر سکتی، ان کے نظام میں تبدیلی نہیں کر سکتی، آسمان اور زمین کے نظام میں تبدیلی نہیں لا سکتی۔ اسی طرح شریعت کے نظام میں ساری کائنات مل کر کوئی تبدیلی نہیں لا سکتی، جس کو اللہ نے حلال قرار دیا وہ حلال ہے اس کو حرام نہیں قرار دے سکتے:

"الحلال ما احل اللّٰہ فی کتابہ. والحرام ما حرم اللّٰہ فی کتابہ"

(ترمذی، رقم الحدیث: ۱۷۲۶)۔

جس چیز کو میرے اللہ نے حلال کہا ہے وہ حلال ہے، جس کو حرام کہا ہے وہ حرام ہے۔ کائنات میں بھی کوئی تبدیلی نہیں، شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں، یہ دونوں نظام اللہ نے بنائے ہیں۔ شریعت ہمیں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے ذریعے، پیغمبروں کے ذریعے دی، یہ باتیں جو میں نے کہی ہیں آپ مانتے ہیں یا نہیں؟ (مانتے ہیں) کوئی کائنات میں تبدیلی کر سکتا ہے؟ کوئی شریعت میں تبدیلی کر سکتا ہے، (نہیں) اور اگر کوشش کرے تو اللہ کے نظام میں بغاوت ہے یا نہیں، (ہے) جو بغاوت کرے گا وہ اللہ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

مسلمانوں کے ملک میں غیر اسلامی قانون:

بدقسمتی اور دکھ کی بات ہے کہ مسلمان ممالک میں اور آپ کے ملک پاکستان میں جو بنا کلمے کے نام پر اور جو بنا "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کے نام پر، جو ملک اسلام کے نام پر بنا، قرآن وسنت کے نام پر بنا اس ملک میں ایسے قانون بنائے جا رہے ہیں، بنانے کے وعدے کیے جا رہے ہیں جو اللہ کی بغاوت پر مبنی ہیں، جو قرآن وسنت سے بغاوت پر مبنی ہیں، ہم نے تو سیلاب سے بھی سبق حاصل نہ کیا۔ ہم نے زلزلوں سے بھی سبق حاصل نہیں کیا۔ ہم نے مہنگائی اور غربت سے بھی سبق حاصل نہ کیا، اسلام آباد، لاہور، کراچی، کوئٹہ، پشاور کی اسمبلیوں میں آپ کے نمائندے جن کو آپ نے ووٹ دیا، میں نے ووٹ دیا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں انہوں نے ایسے قانون بنائے اور دستخط کیے ہیں، آپ کے شہر کے لوگوں نے، آپ کے ضلع، ڈویژن اور ملک کے لوگوں نے جو قانون قرآن کے بھی خلاف ہے، سنت کے بھی خلاف ہے، شریعت کے بھی خلاف ہے، اسلام کے بھی خلاف ہے، اللہ کے نظام کے خلاف بغاوت ہے اس قانون کے بارے میں جس کا میں نے اشارہ کیا ہے۔

یہ لوگ جان بوجھ کر نام ایسے رکھتے ہیں جو پتا بھی نہ چلنے دیں، عنوانات ایسے ہوتے ہیں کہ بعد میں پتا چلتا ہے کہ اس میں خلافِ شریعت شقیں موجود ہیں، اس قانون کا نام جو 2018ء میں قومی اسمبلی نے منظور کیا اور آپ کے ملک کی تینوں بڑی جماعتیں، پیپلز پارٹی، مسلم لیگ نون اور پی ٹی آئی نے مل کر وہ قانون منظور کیا۔ تینوں نے مل کر وہ قانون پاس کیا اور وہ قانون شریعت کے خلاف بغاوت ہے، اس قانون کا نام ''ٹرانس جینڈر'' ہے یہ قانون کا نام رکھا تا کہ پنجابی اور اُردو بولنے والوں کو سمجھ نہ آئے۔ پتا نہ چلے کیا ہے؟ اس کا معنیٰ کیا ہے، یہ قانون کیا ہے؟

اتنا بتا دوں کہ یہ قانون قرآن کے خلاف ہے، یہ قانون اسلام کے خلاف ہے، یہ قانون شریعت کے خلاف ہے، یہ قانون اللہ اور اس کے پیغمبر سے بغاوت پر مبنی ہے، اس قانون کے متعلق صرف اتنا بتا دوں کہ اس قانون میں یہ ہے کہ مرد جب چاہے نادرا میں جا کر شناختی کارڈ اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق بنوا لے نادرا سے کہے کہ میں آج کے بعد مرد نہیں ہوں، میں عورت ہوں، میرا شناختی کارڈ مرد والا ختم کر کے عورت والا بنا دو، کوئی عورت شناختی کارڈ کے دفتر میں جا کر کہے کہ میں عورت نہیں ہوں، میں مرد ہوں، حالانکہ ہے وہ عورت لیکن وہ جا کر کہے کہ میں مرد ہوں، مجھے آپ اپنے پاس بطور مرد رجسٹرڈ کرو اور میرا شناختی کارڈ مرد والا جاری کرو۔ میں عورت نہیں ہوں میں مرد ہوں، تو یہ قانون بن گیا ہے کہ نادرا پابند ہوگا اس عورت کو، عورت کی بجائے مرد مانے اور اس مرد کو مرد کی بجائے عورت مانے۔

بتاؤ یہ بغاوت ہے یا نہیں ہے؟ جس کو اللہ نے مرد بنایا وہ عورت نہیں بن سکتا اور جس کو میرے اللہ نے عورت بنایا وہ مرد نہیں بن سکتی۔ جس کو اللہ نے تیسری جنس بنایا وہ تیسری جنس رہے گا مگر انہوں نے یہ قانون بنایا، کیوں بنایا؟ اس کے پیچھے مقصد کیا ہے؟ کس نے بنوایا؟ یہ میں ان شاء اللہ آئندہ جمعہ کو عرض کروں گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

☆......☆......☆

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

سنت وحدیث کا دفاع

وحدت ویکجہتی کی اہمیت وضرورت

مولانا یاسر عبداللہ
استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن

شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ، عالمِ اسلام کے نامور محدث ومحقق ہیں، متنوع موضوعات سے متعلق گراں قدر کتب کی تالیف اور ذخیرہ حدیث کی بعض اہم کتابوں کی تحقیق کا کارنامہ سرانجام دے چکے ہیں، علومِ حدیث کے غواص اور فنِ تحقیق مخطوطات کے شناور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شیخ عبداللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند پایہ محدث وزاہد اور شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم محدث وفقیہ سے استفادے کا زرّیں موقع عنایت فرمایا، محدثین کی نگاہ میں طولِ ملازمت وصحبت کی اہمیت' اہلِ علم سے مخفی نہیں، شیخ موصوف کو شیخ ابوغدہؒ سے پینتیس سالہ طویل تلمذ ورفاقت کا شرف حاصل ہے۔ شیخ ابوغدہ ''تلميذ الامس وزميل اليوم'' (کل کے شاگرد اور آج کے رفیق) سے ان کا ذکر کرتے (۱) اور ''الجهبذ المحقق'' (ماہر ونقاد محقق) جیسے القاب سے یاد فرماتے تھے، (۲) ان جملوں میں جہاں شیخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع وفروتنی اور قدردانی وحوصلہ افزائی کا ثبوت ملتا ہے، وہیں ان کی نگاہ میں اپنے شاگرد کی قدرومنزلت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

پیشِ نگاہ تحریر میں شیخ موصوف کے ایک گراں قدر مقالہ کی ترجمانی کی کوشش کی گئی ہے، جو انہوں نے ۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۶ھ کو ترکی کے دارالحکومت استنبول میں انسانیت کی خدمت کے عنوان سے منعقدہ ایک علمی کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ اس کانفرنس میں عالمِ اسلام کے اطراف سے کبار اہلِ علم نے شرکت فرمائی تھی، شیخ نے اس موقع پر ''توحيد الجهود في خدمة السنة النبويّة'' یعنی ذخیرہ حدیث کی خدمت ودفاع کے حوالے سے اُمتِ مسلمہ کے مختلف طبقات کی مساعی کو ایک لڑی میں پرونے کے موضوع پر نہایت دل سوز اور دردمندانہ گفتگو فرمائی، جو ہر صاحبِ قلب ونظر کے دل پر دستک دیتی ہے۔ اس مفید گفتگو سے استفادے کا دائرہ وسیع کرنے کی غرض سے اسے اردو کے قالب میں ڈھال کر نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم اور اربابِ انتظام وانصرام اس مقالہ میں درج نکات اور تجاویز پر غور فرما کر اپنے دائرہ کار میں حسبِ استطاعت پیش رفت فرمائیں گے۔ (از مرتب)

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ابتدائیہ

الحمد للّٰہ کما ینبغی لجلال وجهٖ ولعظیم سلطانهٖ، ولا نحصی ثناء علیه، هو کما اثنٰی علٰی نفسهٖ، والصلاة والسلام الاَتمان الاَکملان علی سیدنا محمد امام المتقین، وقائد الغُرّ المحجّلین، وقُدْوَة العلماء العاملین، القائل: ”اِن العلماء ورثة الاَنبیاءِ، واِن الاَنبیاء لم یورّثوا دیناراً ولادرهماً، اِنما ورّثوا العلم، فمن اَخذه اخذ بحظّ وافر“، وعلٰی اٰلهٖ وصحبهٖ وکل من اقتبس من هدیه وسار علی دربه۔

اصحابِ فضیلت، اُمتِ مسلمہ کے علم وعمل اور افکار واخلاق کے احوال آپ حضرات کی نگاہ میں ہیں، آپ حضرات کی موجودگی میں اس بابرکت ملاقات سے استفادہ کی آرزو رکھتے ہوئے کچھ اہم علمی امور آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، تاکہ سنتِ نبویہ کی خدمت کے حوالے سے کی جانے والی مساعی میں یکسانیت پیدا ہو، یہ امر اُمت کی ترقی کا وسیلہ ثابت ہوگا، ان شاءاللہ تعالیٰ! وقت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بلاتمہید مقصودی گفتگو کا آغاز کرتا ہوں:

علومِ حدیث کی حالیہ بیداری میں موجود خلا:

علومِ حدیث کے حوالے سے حالیہ بیداری میں بہت سے خلا ہیں، اس سلسلے میں اپنی آراء کے متعلق گفتگو کو دو زمروں میں سمیٹا جاسکتا ہے:

۱:- داخلی تنقید اور ۲:- خارجی تنقید (تعبیر میں قدرے توسع کے ساتھ)

”داخلی تنقید“ سے میری مراد وہ کمزوریاں ہیں، جو سنتِ نبویہ کے پڑھنے پڑھانے، ذخیرہ؟ حدیث کی خدمت اور اس کے حال کو ماضی کے ساتھ جوڑنے میں پائی جاتی ہیں، جبکہ ”خارجی تنقید“ سے مراد متعدد طبقات کی جانب سے ذخیرہ حدیث پر ناروا حملے ہیں، حالانکہ اس ذخیرے سے متعلق تمام اُمور طے شدہ ہیں، علمائے امت واُمرائے ملت ان کے نگہبان رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود دورِ حاضر میں خدا کے دین سے کھلواڑ کرنے والا کوئی بھی شخص کشٹ اُٹھائے بنا کسی ویب گاہ کی مدد سے جی میں جو آئے، لکھ ڈالتا ہے۔

ان دونوں زمروں سے متعلق طویل گفتگو ہے، جس کا اختصار بے حد ضروری ہے۔

داخلی ضعف کے چند پہلو:

پہلے زمرے (داخلی تنقید) کے تحت بھی بہت سے کمزور پہلو ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱:...... حفظِ احادیث کی جانب عدمِ التفات: ...... میرے علم کے مطابق عرب وعجم میں اس جانب توجہ نہیں رہی،

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

البتہ اس حوالے سے ڈاکٹر نور الدین عتر (اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے، ان کو مزید ہمت وقوت سے نوازے اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائے) (۳) کی زیرِ نگرانی ''دمشق'' (شام) میں خواتین کی سرگرمیاں مستثنیٰ ہیں، جو اَب بڑھتے بڑھتے ''حلب'' تک جا پہنچی ہیں، اور میرے اندازے کے مطابق اس سلسلے کو جاری ہوئے پندرہ برس ہو چکے ہیں۔ (۴) جب کبھی حضرات اہلِ علم وفضل سے ملاقات ہوتی ہے تو میں انہیں اس امر کی یاد دہانی کراتا رہتا ہوں، مجھے امید ہے کہ یہ حضرات اپنے نام کی مانند خوشبودار کتاب ''ریاض الصالحین'' سے طلبہ کو حفظِ احادیث کا آغاز کرائیں گے، کیونکہ اس کتاب میں ایسی خصوصیات یکجا ہیں جن کی ضرورت ہر مسلمان اور ہر طالبِ علم کو پیش آتی ہے، (۵) لیکن یہ مرحلہ قرآن کریم کے حفظ کے بعد کا ہے۔ عصرِ حاضر میں ہمارے عرب ممالک میں حدیث وعلومِ حدیث کا مشغلہ رکھنے والے عام طور پر شرحِ حدیث (اگرچہ ایسے لوگ بھی بہت کم ہیں) یا دیگر علومِ حدیث میں (تو) مشغول ہیں (لیکن حفظِ احادیث کا زیادہ مشغلہ نہیں)، اس بنا پر اس قحط زدہ زمانے کے اعتبار سے کسی عالم کو ''محدث'' تو کہا جا سکتا ہے، لیکن میرے علم میں ایسا کوئی عالم نہیں، جس کو ''حافظ الحدیث'' کہا جا سکتا ہو، کلی طور پر نفی بھی نہیں کر رہا، واللہ اعلم!

۲:......شروحِ حدیث کے پڑھنے پڑھانے اور ان کی طباعت وتحقیق میں انہماک کی کمی:......نئی نسل (جو اَب خیر سے بڑوں میں شمار میں ہونے لگی ہے) کا زیادہ تر انہماک، علومِ حدیث یا درایتِ حدیث سے متعلق ہے، اسی بنا پر علمی اَنارکی اور بے ضابطگی پیدا ہو گئی ہے، جس کا مشاہدہ ''مجتہدین کی کثرت'' کی صورت میں ہو رہا ہے!! امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا تھا: ''کیا یہ کہاوت مشہور نہیں کہ ''اِذَا کَثُرَ الْمَلَّاحُوْنَ غَرِقَتِ السَّفِیْنَۃُ'' (جب ناخدا زیادہ ہو جائیں تو کشتی غرقاب ہو جاتی ہے؟!۔'') اس نکتے کی جانب آگے دوبارہ لوٹوں گا۔

۳:......حالیہ حدیثی بیداری کا ایک برا اثر، (غیر محقق) کتبِ حدیث کی گرم بازاری:......چونکہ کتبِ حدیث کی طلب بڑھ گئی ہے، اس بنا پر ہر کس وناکس ان کی تحقیق کی جانب متوجہ ہے، اور ان میں نااہلوں کی اکثریت ہے، کیونکہ ایسے لوگ جری ہوتے ہیں، جبکہ اہلیت رکھنے والا ڈرتا رہتا ہے۔

دو لطف آمیز چٹکلے:

دل لگی اور ذائقہ بدلنے کی غرض سے دو چٹکلے ذکر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، عربی محاورہ ہے:

''شَرُّ الْبَلِیَّۃِ مَایُضْحِکُ'' (بدترین مصیبت وآزمائش وہ ہے جو ہنسنے پر مجبور کر دے):

۱:-شمائل وآدابِ نبویہ سے متعلق ایک کتاب میں یہ حدیث مذکور ہے:

''اِنَّ سَیفَ النَّبِیِّ ﷺ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کَانَ حَنفِیًّا''(۶)(یعنی نبی کریم ﷺ کی تلوار، ''بنوحنیفہ'' نامی قبیلے کی تلواروں کی مانند تھی)،لیکن ایک محقق صاحب نے لفظِ''حَنفِیًا'' پر یوں حاشیہ لگایا ہے:''اَیْ منسوبًا الی اَبیْ حنیفة النعمانؒ''(یعنی آپ ﷺ کی تلوار امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کی جانب منسوب تھی)۔

۲:-ایک معزز و معتمد بھائی نے بتایا کہ انہوں نے ایک مغرب زدہ عرب محقق کی تحقیق کے ساتھ چھپی کتاب میں پڑھا ہے، کتاب میں ایک مقام پر''بنتِ لبون'' کا ذکر آیا،تو محقق صاحب نے اس لفظ پر کچھ یوں حاشیہ لکھا ہے:''لَمْ اَقِفْ لَهَا عَلیٰ تَرْجُمَةٍ''(یعنی''بنتِ لبون'' نامی اس شخصیت کے حالات مجھے دستیاب نہیں ہوسکے)۔ائمہ اسلام کی علمی میراث سے کھلواڑ کرنے والے ان لوگوں کے قلم پر اُٹھنے والی علم و حکومت کی تلوار کہاں ہے؟!

مزید دو قابلِ غور پہلو:

داخلی کمزوریوں کے تعلق سے دو پہلو ایسے ہیں، جو علومِ حدیث اور دیگر علوم کی مشغولیت رکھنے والے طلبہ میں مشترکہ طور پر پائے جاتے ہیں:

۱:-تربیت میں کمی

۲:-مشائخ کی صحبت اور ان سے استفادے میں کوتاہی

پہلا پہلو: علم پر عمل کی تربیت میں کمی ایسا معاملہ ہے، جس کی جانب اب توجہ نہیں ہے، جبکہ ہمارے اسلاف اور علماء رحمۃ اللہ علیہم اس کے نہایت حریص تھے۔''الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع''امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں ایک عمدہ کتاب ہے،اور''اِقتضاءُ العلمِ العملَ'' کے نام سے نسبتاً کم ضخامت پر مشتمل ایک اور کتاب بھی انہی کی ہے، پہلی کتاب میں انہوں نے''باب آداب الطلب'' کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے،اور اس میں سلف کے کچھ واقعات ذکر کیے ہیں،ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱:-امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ پچھلے لوگوں (یعنی اپنے اساتذہ کبار تابعین) کے بارے نقل کرتے ہیں:''(ان اسلاف میں سے) کوئی شخص علم حاصل کرنا شروع کرتا تو یہ علم اس کے خشوع وخشیت، چال ڈھال، بول چال، دیکھنے سننے اور اعمال و افعال میں جھلکتا تھا۔''

۲:-امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:''کوئی نوجوان علمِ حدیث میں مشغول ہوجاتا تو اس کے گھر کے لوگ اس (کی اس مشغولیت) پر اجر وثواب کے امیدوار ہوتے تھے۔'' خطیب بغدادیؒ نے اس آخری جملے کی وضاحت یوں کی ہے:''(وہ علمِ حدیث کی مشغولیت کے ساتھ ساتھ) عبادات میں اتنا مجاہدہ کرتا تھا کہ گھر کے لوگوں سے بھی قدرے لاتعلق ہوجاتا تھا،اور گھر والے اس (کی اس یکسوئی کی) بنا پر اجر وثواب کی امید رکھتے تھے۔''(گویا

ان بزرگوں کے ہاں حصولِ علم اور ذوقِ عبادت کا چولی دامن کا ساتھ تھا)۔

۳:- حدیث کا ایک طالب علم، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مہمان بن کر آیا، امام موصوف سوتے وقت اس کے قریب پانی رکھ گئے کہ رات کی عبادت کے لیے وضو کی ضرورت پیش آئے گی، لیکن صبح میں دیکھا کہ وہ پانی جوں کا توں رکھا ہے تو امام موصوف نے فرمایا: ''سبحان اللہ! علم کا متلاشی ہے اور رات کی عبادت کا کوئی معمول نہیں!!۔'' (گویا ان حضرات سلف کے ہاں یہ تصور ہی نہ تھا کہ کوئی طالبِ علم شب بیداری کا معمول نہ رکھتا ہو)۔

۴:- امام ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ظہر کا وقت ہوا تو امام ابن نصرؒ نے کھڑے ہوکر اذان دی، حاضرین میں سے ایک شخص مسجد سے باہر نکلنے کے ارادے کے ساتھ کھڑا ہوا تو امام موصوف نے اس سے دریافت کیا: ''کہاں جارہے ہو؟'' اس نے عرض کیا: ''وضو کرنے جارہا ہوں۔'' امام موصوف نے فرمایا: ''تمہارے بارے میں تو میرا یہ گمان نہ تھا، نماز کا وقت داخل ہو چکا ہے اور تم (اب تک) بے وضو ہو!!'' (یعنی تمہیں تو نماز کے وقت سے پہلے ہی باوضو ہوکر تیار رہنا چاہیے تھا، اذان کے بعد وضو کے لیے جانا طالبِ علم کی شان کے مناسب نہیں)۔

۵:- امام احمدؒ کا قول ہے: ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث بھی لکھی ہے، اس پر عمل بھی کیا ہے، یہاں تک کہ یہ حدیث نظر سے گزری کہ ''(ایک بار) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور ابوطیب (نامی پچھنے لگانے والے شخص) کو ایک دینار دیا۔'' تو میں نے بھی (ایک بار) پچھنے لگوائے اور حجام کو ایک دینار دیا۔''

۶:- ائمہ سلف کے ہاں کسی حدیث سننے کے فوراً بعد اس پر عمل کی حرص کے تعلق سے خطیب بغدادیؒ نے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: ''ابوجعفر ابن حمدان رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح مسلم'' پر ''مستخرج'' (''صحیح مسلم'' کی احادیث کی دیگر زائد سندوں پر مشتمل کتاب) لکھی، وہ لوگوں کو (یہ کتاب) پڑھا رہے تھے، اس مجلس میں امام ابوعثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے، (کتاب پڑھنے کے دوران) یہ حدیث سامنے آئی: ''(ایک موقع پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ازار'' (نچلے دھڑ کو چھپانے والی لنگی) اور ''رداء'' (جسم کے اوپر کے حصے میں اوڑھی جانے والی چادر) میں نماز پڑھی، کیا دیکھتے ہیں کہ عشاء کی نماز کے لیے ابوعثمان حیریؒ ''ازار'' اور ''رداء'' میں لپٹے تشریف لا رہے ہیں، یہ منظر دیکھ کر ابوجعفر ابن حمدان کے صاحب زادے نے ان سے دریافت کیا: ''ابا جان! ابوعثمان نے (حج یا عمرے کے لیے) احرام باندھا ہے؟ ابوجعفر نے فرمایا: ''نہیں بیٹا، آج شب میرے سامنے جو احادیث پڑھی گئی تھیں، ان میں ایک حدیث یہ بھی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک موقع پر) ''ازار'' اور ''رداء'' میں نماز پڑھی تھی۔ ابوعثمان نے چاہا کہ صبح ہونے سے قبل ہی اس حدیث پر عمل کرلیں۔'' (۷)

هُــمُ الــرِّجَـــالُ وَعَيــبٌ اَنْ يُّــقَـــالَ لِـمَـــنْ

لَـــمْ يَتَّـــصِفْ بِـمَـعَـــانِـىْ وَصْـفِهِـمْ : رَجُـلُ

’’درحقیقت یہی لوگ ’’مردانِ کار‘‘ کہلانے کے لائق تھے، اور جو لوگ ان جیسے اوصاف سے مزین نہیں، انہیں ’’مرد‘‘ کہنا بھی معیوب ہے۔‘‘

دوسرا پہلو: یہ کمزور پہلو بھی مختلف طلبہ میں عام ہے، خواہ حدیث کے طلبہ ہوں یا دیگر علوم کے، اور وہ ہے: اساتذہ کی صحبت اور ان سے استفادے میں کوتاہی، یہ سخت لاعلاج مرض ہے، سابقہ اسباب کے خطرناک ہونے کے باوجود میں نے ان کے متعلق یہ (سخت) کلمات نہیں کہے، اس لیے کہ دراصل یہ سبب اپنی حقیقت سے پھیر دیا گیا ہے اور یوں ایک قابلِ مذمت معاملہ، باعثِ مدح بن گیا ہے۔ اس حقیقت کو کیونکر تبدیل کر دیا گیا؟! یہاں تک کہ تعریف کے طور فخر یہ یوں کہا جانے لگا کہ فلاں صاحب نہایت باکمال (انگریزی تعبیر میں سیلف میڈ’’MADESELF‘‘) ہیں، انہوں نے کسی استاذ کے (سامنے زانوئے تلمذ طے کیے) بغیر از خود علم حاصل کیا ہے، لفظی کھیل کھیلنے والوں کے لیے حقائق کو مسخ کرنا کس قدر آسان ہو گیا ہے؟! ابنِ رومیؒ کے مشہور اشعار ہیں:

تَــقُــوْلُ: هٰــذَا مُــجَـــاجُ الـنَّــحْـلِ، تَـمْـدَحُــهٗ

وَاِنْ تَــعِـــبْ قُـلْـــتَ: ذَا قَـــیْءُ الــزَّنَـــابِيْـــرِ

مَــدْحًـــا وَذَمًّـــا وَمَـــا جَـــاوَزْتَ وَصْـــفَهُــمَـــا

سِـــحْــــرُ الْبَيَـــانِ يُـــرِى الــظَّــلْــمَـــاءَ كَـــالـنُّـــوْرِ

’’تم شہد کی تعریف کرنا چاہو تو کہو گے: یہ شہد کی مکھی کا لعاب ہے، اور مذمت کا ارادہ ہو تو کہہ سکتے ہو: یہ تو بھڑوں کی قے ہے۔ تعریف و مذمت دونوں صورتوں میں یہ حد سے تجاوز نہ ہوگا، سچ ہے کہ جادو بیانی، تاریکی کو بھی روشنی باور کرا سکتی ہے۔‘‘

حالانکہ راہِ علم میں جس شخص کے اساتذہ نہ ہوتے تو ہمارے علمائے سلف اس کو اہمیت و مرتبہ کے لائق نہیں سمجھتے تھے، اور نہ ہی اسے قابلِ التفات گردانتے یا علمی گفتگو کا اہل قرار دیتے تھے (اس نکتے سے متعلق درج ذیل دو واقعات ملاحظہ فرمائیے):

ا:...... امام احمد رحمہ اللہ جب (خلقِ قرآن کے مسئلہ میں) آزمائش میں مبتلا ہوئے تو انہیں خلیفہ معتصم باللہ عباسی کے دربار میں لے جایا گیا، مجلس میں اس فتنے کا سرخیل ابن ابی داود بھی موجود تھا، خلیفہ نے امام احمدؒ سے کہا: ’’ان سے گفتگو کیجیے۔‘‘ تو امام موصوف نے اس کی جانب سے چہرہ بھی پھیر لیا اور فرمایا: ’’میں اس شخص سے (ایک

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

علمی مسئلے کے متعلق) کیسے گفتگو کرسکتا ہوں جسے میں نے کبھی (حصولِ علم کی غرض سے) کسی عالم کے دَر پر نہیں دیکھا؟!۔'' (۸)

۲:- امام ابوجعفر داودیؒ (متوفی ۴۰۲ھ) علمائے قیروان میں سے ایک عالم تھے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ''ترتیب المدارک'' میں ان کے حالات درج کیے ہیں، قاضی صاحب رقم طراز ہیں: ''موصوف نے اکثر علم کسی مشہور امام سے حاصل نہیں کیا، بلکہ اپنے فہم وادراک کی بدولت اس مرتبے کو پہنچے۔'' بعدازاں ان کے اور ان کے شہر کے اہلِ علم کے درمیان پیش آمدہ ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ علماء نے ایک مسئلہ میں ان پر نکیر اور تنقید کی اور انہیں یہ کہتے ہوئے جاہل قرار دیا: ''اُسۡکُتۡ، لَا شَیۡخَ لَکَ۔'' (خاموش رہیے جناب! راہِ علم میں آپ کا کوئی استاذ نہیں۔'' (۹)

یہ بات کافی طویل اور پہلو دار ہے، ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں، جس میں بے استاذ شخص کو ''امامِ مجتہد'' کا لقب دیا جارہا، بلکہ اسی کو سب کا فیصل ٹھہرایا جارہا ہے۔

ذخیرہ حدیث وسنت پر خارجی حملے:

اب دیگر طبقات کی جانب سے ذخیرہ حدیث وسنتِ مطہرہ پر خارجی حملوں کے متعلق گفتگو کی جانب آتے ہیں، اس موقع پر متعدد گروہوں کی جانب سے ذخیرہ حدیث پر حملوں کے متعلق گفتگو ضروری ہے، اور آپ حضرات کی خدمت میں ان گزارشات کو اس اُمید کے ساتھ پیش کررہا ہوں کہ آپ اسے باہمی گفت وشنید اور لکھت پڑھت کا حصہ بنائیں گے اور باہم تعاون فرمائیں گے:

دینِ اسلام پر اس شرمناک حملے میں بہت سی کتب ورسائل اور انٹرنیٹ ویب سائٹیں حصہ دار ہیں، محض ایک شخص نے ہی تین کتابیں لکھ ڈالی ہیں:

۱:- ''جِنَایَةُ الۡبُخَارِیِّ عَلَی الۡحَدِیۡثِ'' (علمِ حدیث پر (امام) بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیادتیاں)۔

۲:- ''جِنَایَةُ الشَّافِعِیِّ عَلَی الۡفِقۡهِ'' (فقہی ذخیرے سے (امام) شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ناانصافیاں)۔

۳:- ''جِنَایَةُ سِیۡبَوَیۡهِ عَلَی النَّحۡوِ'' (علم نحو میں (امام) سیبویہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی بدعنوانیاں)۔

ان ''کارناموں'' کو سرانجام دینے کے بعد اس شخص نے دینِ اسلام کے دامن میں کیا چھوڑا ہے؟!۔

ایک اور کتاب بھی میرے علم میں آئی ہے، جو دمشق سے پہلی بار سنہ ۲۰۰۲ء میں اور دوسری بار سنہ ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی ہے، اس کی ورق گردانی کرکے میں نے کہا تھا: ''یہ کتاب ایسا بم ہے جو (سلف کی علمی) میراث کے محققین کی تمام کاوشوں یعنی تمام کتبِ سنت وعلومِ سنت (کی عمارت) کو منہدم کرڈالے گا۔'' بعدازاں مجھے معلوم ہوا کہ مولفِ

کتاب کا ذاتی اشاعتی ادارہ بھی ہے، اور موصوف نے اس ادارے سے دیگر (ہم فکر وخیال) لوگوں کی کتب بھی شائع کی ہیں، ان میں سے صرف ایک لکھاری کی دس کتابیں میرے علم میں آئی ہیں، جس کتاب کو میں نے ''بم'' قرار دیا تھا، ان دیگر کتابوں کی بنسبت تو اس ''بم'' سے حفاظت کا امکان موجود ہے۔ (ایک جانب یہ سب ہو رہا ہے اور دوسری طرف) ہم خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے ہیں، البتہ ''عمان'' (اردن) سے پہلی کتاب کے تردید میں ''دِفَاعًا عَنِ الصَّحِيْحَيْنِ'' کے نام سے ایک کتاب چھپی ہے، نیز ''اردن یونی ورسٹی'' نے ''دفاعِ صحیحین کانفرنس'' کے عنوان سے ایک پروگرام کی دعوت دی ہے، اللہ تعالیٰ منتظمین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(اس موضوع پر تردیدی ودفاعی) کتب ورسائل (کی تالیف) کیلیے علمی میدان کھلا ہے، اس لیے کہ ذخیرہ سنت کو منہدم کرنے کے لیے ان لوگوں کا کوئی فرد محض ایک کدال مارنے پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ وہ خود اپنی گینتیوں کے ذریعے حصہ ڈالتا ہے اور چیخ وپکار کرکے دیگر ہم خیال وفکر لوگوں کو بھی متوجہ کرتا ہے کہ وہ بھی اپنی کدالوں کے ذریعے حصہ لیں، اس مناسبت سے ہم یہ آیت (بجا طور پر) پڑھ سکتے ہیں: ''فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۔'' (البقرۃ: ۱۹۴) (جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔) اجتماعی حملے کا مقابلہ، اجتماعی تردید سے ہی ہونا چاہیے۔

شروحِ حدیث کی جانب التفات کی اہمیت وضرورت:

کچھ دیر قبل میں نے علومِ سنت کا اشتغال رکھنے والوں کی داخلی کمزوریوں کے تذکرے کے ضمن میں دوسرا نکتہ ذکر کیا تھا کہ ان کے ہاں سنت کے معانی ومفاہیم، اس کی شرح وتوضیح اور فقہ میں انہماک کے پہلو سے کمزوری ہے، نیز یہ بھی عرض کیا تھا کہ اس کمزوری کے نتیجے میں ایک اور کمی پیدا ہوئی، یعنی اجتہادات کے متعلق علمی آثار کی اور بے ضابطگی اور علم واہلِ علم پر دست درازی، اس موقع پر یہ بھی عرض کیا تھا کہ اس نکتہ پر آگے مزید عرض کروں گا: (اس مرض کی) ایک احتیاطی وحفاظتی تدبیر یہ ہے کہ عوام وخواص میں شروحِ حدیث اور ان کے متعلقات کا پڑھنا پڑھانا عام کیا جائے، یوں وہ علمی سمجھ بوجھ پھیلے گی جو ہمارے علمائے سابقین کی زندگیوں میں (دِکھتی) تھی، یہی ''عقلیتِ ایمانی'' ہے جو وحیِ قرآنی اور وحیِ نبوی سے مستفاد ہے اور غیروں سے درآمدہ افکار کے تاثر اور آمیزش سے پاک ہے۔

اپنے دین کے سلسلے میں حریص مسلمان ان شروحِ حدیث میں کسی آیت یا حدیث کے فہم کے متعلق اشکالات کا شافی جواب پائے گا، البتہ اگر جدید طرزِ حیات اور تہذیبِ نو کی بنا پر کوئی اشکال پیدا ہو تو سلف کی راہ پر گامزن مضبوط عالم کے ہاں اس کا جواب بھی ضرور مل جاتا ہے۔ جزوی مشکلات کے علاوہ ان شرحوں میں تحقیق کرنے والے عالم کو علمی اخلاقیات کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے، یہ علمی اخلاقیات اس علمی منہج سے مربوط ہیں جو ہر طالب علم کو اختیار کرنا

چاہیے، اس کا حاصل یہ ہے کہ بحث وتحقیق میں نہایت ٹھہراؤ سے کام لینا چاہیے۔ کتاب وسنت کی نصوص یا اہلِ علم کی عبارات، جو بظاہر متعارض ہیں، ان کی بابت ایک طالب علم کا کیا رویہ ہونا چاہیے؟ کیونکہ بسا اوقات شارحین کرام، نصوص اور عبارات یکجا کر دیتے ہیں اور طالب علم حیران وسرگرداں رہ جاتا ہے کہ اس نوع کے باہم متصادم امور سے چھٹکارا کیسے حاصل ہوگا؟ پھر دیکھتا ہے کہ شارح موصوف خود ہی اطمینان بخش جواب پیش کر دیتے ہیں۔ سمجھ دار محقق وہی ہے جو جزوی جواب سے استفادہ سے قبل ایک غور وتدبر کرنے والے طالب علم کے مقام پر کھڑا ہو کر (اس کے پس منظر میں کارفرما علمی) منہج سے استفادہ کرے، اس منہج سے وابستہ شرحوں میں خاص طور پر (حافظ ابنِ حجرؒ کی) ''فتح الباری'' اور علامہ زرقانیؒ کی ''شرح المواهب'' (قابلِ ذکر) ہیں، آخر الذکر کا (اس منہج سے) زیادہ تعلق ہے۔ ان ائمہ (محدثین وشارحین) کے کلام کے ضمن میں ایسے ضابطے ملتے ہیں، جو مشکل مباحث میں (درست) موقف اختیار کرنے میں رہبر ثابت ہوتے ہیں۔

عقل ونقل کے درمیان تصادم سے اجتناب:

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب میں ہمیں نقل اور عقل میں تصادم پیدا کرنے سے ڈرایا ہے اور تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ بنی اسرائیل کی عادت رہی ہے، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

''وَاِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ '' (البقرة:٦٧) (اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم ایک بیل ذبح کرو، وہ لوگ کہنے لگے کہ: آیا آپ ہم کو مسخرہ بناتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: نعوذ باللہ! میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں؟!)۔

(یہ واقعہ) آپ حضرات کے علم میں تو ہوگا، خلاصہ یہ ہے: ''بنی اسرائیل میں قتل کا ایک واقعہ پیش آیا، مقتول کے اولیاء قاتل کو نہیں جانتے تھے، سمجھ دار لوگوں نے رائے دی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کر کے انہیں قاتل کے بارے آگاہی فراہم کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان سے کہو کہ ایک گائے ذبح کریں۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کا جواب پہنچایا تو وہ کہنے لگے: ''کیا آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں؟'' تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ کی پناہ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جاہلوں جیسی حرکت کروں اور اس کی جانب وہ بات منسوب کر دوں جس کا اس نے حکم نہیں دیا۔'' یہ کہنے کی نوبت اس بنا پر آئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو اپنی عقلوں کی کسوٹی پر پرکھا تو انہیں سوال وجواب میں مناسبت سمجھ نہ آئی، سوال تھا کہ ''قاتل کون ہے؟'' جواب ملا: ''گائے ذبح کرو۔'' علیم وخبیر اور

حکیم ذات کے حکم کے سامنے ضعیف وکوتاہ عقلِ انسانی کو فیصل بنانا یہی تو ہے۔

بنی اسرائیل کے اس واقعہ کو نقل کر کے گویا اللہ تعالیٰ ہم سے فرما رہے ہیں کہ اے امتِ محمد ﷺ! تم موسیٰ علیہ السلام کی امت کی مانند نہ بننا، ان کا حال تو یہ تھا کہ کہنے لگے: ''سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا۔'' (ہم نے سن لیا اور مانا نہیں) تمہاری شان یہ ہے کہ تم کہو: ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' (ہم نے سن لیا اور مان لیا)۔ ہمارے سامنے اس قصے کو بیان کرنے کے فوائد میں ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے۔

داخلی ضعف سے متعلق چند اہم عملی نکات:

اصحابِ کمال وفضیلت! اب تک میں اپنی مقصودی گفتگو شروع نہیں کر پایا، جبکہ وقت ہم پر حاکم ہے، ہمارا محکوم نہیں، بہتر ہوگا کہ سابقہ گفتگو کا خلاصہ عرض کروں:

داخلی ضعف سے متعلق مذکورہ نکات کا حاصل محض ایک ہدف کا حصول ہے، وہ یہ کہ ہم طالب علم کو ایسا تیار کریں کہ وہ جس راہ پر چلنے کا عزم رکھتا ہے اس کی اہلیت اس میں پیدا ہو جائے، اپنے علمی اختصاص (حدیث، فقہ، اور اصول وغیرہ) میں بھی اور عملی میدان (دعوت وارشاد، عام (عوامی) وعظ ونصیحت، تدریس، تالیف وتحقیق، افتا وقضا، وغیرہ) جس میدان میں بھی وہ جائے، ہم اپنی نگرانی میں اسے (اس میدان کی) مضبوط تیاری کروا دیں۔ (ان امور کی بنیادی اہلیت پیدا کرنے کے چند ذرائع درجِ ذیل ہیں):

۱:...... ہمارے ساتھ اس کا علمی ربط وتعلق برقرار رہے، خواہ اس کی عمر بڑھ جائے اور اس کی (رسمی) فراغت کو طویل زمانہ گزر چکا ہو۔

۲:...... جس میدان میں وہ جانا چاہتا ہو، اس کی عملی مشق کرادی جائے، مثلاً: اسے عام (عوامی) درس وخطابت اور تالیف وتحقیق کی تمرین کرائی جائے، اور اسی طرح دیگر کاموں کی بھی مشق کرائی جائے۔

اس موقع پر اس جانب توجہ دلانا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ علمائے ہند اور ان کے قریبی ممالک (پاکستان وبنگلہ دیش وغیرہ کے علماء) میں ایک اچھی صورت رائج ہے، ان کے جامعات میں (تمرینِ) فتویٰ کا ایک مستقل شعبہ ہوتا ہے، حسبِ ضرورت ایک یا زائد علماء اس شعبے کی نگرانی کرتے ہیں اور ان کی نگرانی میں اس جامعہ کے فضلاء (افتاء کی) تمرین کرتے ہیں۔ جو استفتاءات آتے ہیں، ان سب کے جوابات یہ فضلاء لکھتے ہیں، پھر اپنا لکھا ہوا اساتذہ کے روبرو پیش کرتے ہیں، اساتذہ ان (فتاویٰ) کی ترمیم وتصحیح کر کے جواب درست کرتے ہیں اور پھر اپنا دستخط یا مہر ثبت فرماتے ہیں۔

۳:...... ہمارے فضلاء، عقیدہ، فقہ اور تربیت وسلوک کے تعلق سے ہمیشہ جمہور علمائے اسلام کے مسلک پر گامزن

رہیں، چلتے پھرتے (بے بنیاد) افکار وخیالات اور اہلِ علم کے تفردات وشذوذ سے دور رہیں۔

۴:......اسلام کے قرنِ اول میں گزرے اسلافِ امت سے ان کا روحانی تعلق مضبوط تر ہو، تا کہ اگلوں کی روح پچھلوں میں سرایت کر جائے، امت کے پچھلے طبقے کی اصلاح انہی بنیادوں کے ذریعے ہو سکتی ہے، جو اُمت کے پہلے طبقے کی اصلاح کا ذریعہ ثابت ہوئی ہیں۔

خارجی حملوں کا دفاع کیسے ہو؟

دوسرے زمرے (ذخیرہ سنت پر خارجی حملے) سے متعلق گفتگو، ایک دو گھنٹوں سے زیادہ دورانیے کی متقاضی ہے، سرِ دست آپ حضرات کی خدمت میں اس حوالے سے ابتدائی نوعیت کی گزارشات پیش کی جارہی ہیں، اس سلسلے میں آپ حضرات کی ایک جماعت، ایک مضبوط مرکز کی بنیاد رکھے، جس میں درجِ ذیل چار امور پر یکسوئی سے کام کیا جائے:

۱:- ذخیرہ سنت سے متعلق قرونِ اولیٰ سے (مختلف ادوار میں) مختلف اسلامی فرقوں کی جانب سے جو اشکالات واعتراضات لکھے گئے ہیں، انہیں یکجا کیا جائے، قدیم کتب سے ان کا مطالعہ کیا جائے اور اس دور سے آج تک عہد بہ عہد جائزہ لیا جائے، کتابیں، جدید منشورات، رسائل، میعادی (ماہانہ، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ بنیادوں پر چھپی) کتب ورسائل، سی ڈیاں، الیکٹرونک ویب گاہیں اور ٹی وی پروگرام وغیرہ بھی جمع کیے جائیں۔

۲:- پھر غور وتدبر اور باریک بینی کے ساتھ اس پورے مواد کا جائزہ لیا جائے اور ان میں شامل افکار ونظریات اور دلائل کو ترتیب دیا جائے۔

۳:- بعد ازاں فتنہ انگیزی اور (ان لوگوں کی مانند) بے بنیاد الزامات پر مبنی اسلوب اختیار کیے بغیر مضبوط علمی جوابات تحریر کیے جائیں۔

۴:- پھر دو نوعیت کی تالیفات مرتب کی جائیں:

۱:......افکار وموضوعات اور مسائل پر مشتمل کتابیں۔

۲:......ان افکار وموضوعات کے حاملین کے ناموں اور لکھاریوں کے اعتبار سے لکھی گئی کتابیں۔

تا کہ کوئی محقق کسی خاص موضوع کے متعلق جاننا چاہے تو اسے اپنا مطلوب حاصل ہو جائے اور اگر کسی خاص شخصیت کی شاذ آرا سے آگاہی کا ارادہ ہو تب بھی اسے مقصود حاصل ہو جائے۔

اُمید ہے آپ حضرات اس منصوبے کی ترقی اور درست راہ پر گامزن رہنے کے حوالے سے اپنی تجاویز تحریر فرما کر ''جائزة الامام محمد قاسم النانوتوی'' کے ای میل ایڈریس پر ارسال فرمادیں گے، جو آپ حضرات کے علم میں ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مردان کار کی ضرورت:

اس مرکز کو بڑی تعداد میں قدیم وجدید کتب ورسائل دست یاب ہوں گے، اس بنا پر اس کام کے لیے ثابت قدم اور صبر وتحمل سے متصف رجالِ کار کی ضرورت ہے، اور ایسے محققین کی ضرورت ہے جو دقت رسی اور غور وتدبر کے ساتھ علمی تحقیق کا مزاج رکھتے ہوں، کسی بھی قول کو اس کے اصل ماخذ سے لیں، اور کشادہ دلی وخندہ روئی کے ساتھ تحقیق کی راہ میں مشقتوں کا سامنا کر سکیں۔ اگر ہم نے ذخیرہ سنت کی خدمت کے لیے کام کرنے والوں کے ایک محل کی تعمیر واصلاح کر لی اور ذخیرہ سنت کے خلاف سازش کرنے والوں کے مقابلے کے لیے دفاعِ سنت کی غرض سے ایک مضبوط باڑ لگا دی تو گویا اس دور میں ہم (طبقہ علماء) پر جو اہم ذمہ داریاں ہیں، ان میں سے دو ذمہ داریاں ہم پوری کر پائیں گے، جن کا تعلق ہمارے دین کے دوسرے مآخذ کے ساتھ ہے، جو اگرچہ ترتیب کے اعتبار سے تو دوسرے درجہ میں ہے، لیکن دین کی توضیح وتفصیل کے پہلو سے پہلے درجہ کا حامل ہے۔

(اس گفتگو کے دوران کسی نوع کی) کمی کوتاہی اور لغزش پر اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوں اور اسی ذات سے توفیق اور قول وفعل میں اخلاص کا سوالی ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حواشی وحوالہ جات:

۱:- ملاحظہ فرمائیے: ''**صفحات مضيئة من حياة سيدى الوالد العلامة محمد عوامة بقلم ابنه الدكتور محى الدين بن محمد عوامه**، ص:۱۱۹، دار الیسر۔ اس رسالہ میں شیخ موصوف کے صاحب زادے ڈاکٹر محی الدین عوامہ نے ان کے تفصیلی حالات قلم بند کیے ہیں۔

۲:- ایضاً۔

۳:- شیخ نور الدین عتر رحمہ اللہ بروز بدھ، ۶ رصفر ۱۴۴۲ھ کو سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے، اللہ تعالیٰ علماء وصلحاء کی جدائی سے اُمتِ مسلمہ کو درپیش نقصان کی تلافی کا سامان فرمائے۔

۴:- اس سلسلے میں سعودی عالم شیخ یحییٰ عبد العزیز یحییٰ کی کاوشیں، ''اردن'' کے شہر ''اربد'' میں قائم ''**مركز منار الهدى القرآن للعلوم الشرعية**'' کی مساعی اور ہمارے ہاں مدرسہ ابن عباس گلستانِ جوہر کراچی کی کوششیں بھی بار آور ثابت ہو رہی ہیں، ہمارے جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں اب تک یہ سلسلہ غیر رسمی طور پر جاری تھا، اب جامعہ کی مجلسِ تعلیمی نے درجہ ثانیہ تا دورہ حدیث تمام طلبہ کے لیے احادیث کی مقررہ مقدار کا حفظ لازم قرار دے کر اسے امتحانی نظم کا حصہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے، جس سے اچھے نتائج کی امید ہے، بعض دیگر اداروں میں بھی اس نوعیت کی محنت کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مساعی کو ثمر آور اور نتیجہ خیز بنائے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۵:-شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ نے حفظِ حدیث کے لیے ''ریاض الصالحین'' کی تجویز پیش فرمائی ہے، بہتر ہوگا کہ اس سے قبل امام نووی رحمہ اللہ کی ''اربعینِ نووی'' اور اس نوع کے کسی مجموعہ یا حسبِ ضرورت اس نوعیت کی احادیث کا انتخاب کر کے حفظ کرایا جائے، اگلے مرحلے میں ''ریاض الصالحین'' اور پھر ''موطا مالک'' و ''کتبِ صحاح'' کا حفظ عمل میں لایا جائے، بہرکیف احادیث وکتب کے انتخاب میں طلبہ کے مستویٰ کی رعایت رکھتے ہوئے درجہ بندی ضروری ہے۔

۶:-شمائل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم للامام الترمذی، باب ماجا فی صفة سیف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، ص:۱۰۶، رقم الحدیث:۱۰۸، تحقیق: الدکتور ماہر الفحل دارالمنہاج القویم، دمشق، شام، ۱۴۴۲ھ۔

۷:-الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، للخطیب البغدادی رحمہ اللّٰہ، باب آداب الطلب، ص:۱۵-۳۵۔دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، طبعۃ اولیٰ، ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء

۸:- الالماع للقاضی عیاض رحمہ اللّٰہ، باب فی شرف علم الحدیث وشرف اَھلہ، ص:۲۸، تحقیق السید احمد صقر رحمہ اللّٰہ، دارالتراث، قاھرۃ، مصر، طبعۃ اولیٰ، ۱۹۶۹ء

۹:- ترتیب المدارک وتقریب المسالک للقاضی عیاض رحمہ اللّٰہ، ترجمۃ: ابی جعفر احمد بن نصر الداودی الاسدی، ج:۲،ص:۲۲۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

اس موضوع پر ندوۃ العلماء (لکھنو، انڈیا) کے استاذ الحدیث مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی حفظہ اللہ کی کتاب ''علم بلا استاذ اور اس کے خطرات'' مفید ہے، جس کا پہلا ایڈیشن ادارہ احیائے علم ودعوت (لکھنو) سے محرم ۱۴۳۷ھ/ اکتوبر ۲۰۱۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔

......☆......☆......☆......

علوم حدیث سے متعلق کتب السؤالات کا مختصر تذکرہ

مولانا ابوالخیر عارف محمود گلگتی کشمیری
دارالتصنیف مدرسہ فاروقیہ کشروٹ گلگت

ڈاکٹر ثامر حتاملة (جامعة بنكول التركية) نے لمحات حول كتب السؤالات في علم الحديث کے عنوان سے ایک مختصر جامع مضمون لکھا ہے، علوم حدیث میں اس عنوان کی اہمیت کے پیش نظر مناسب معلوم ہوا کہ اسے اردو کے قالب میں ڈھالا جائے تاکہ شائقین علوم حدیث اور اردو داں طبقہ بھی اس سے استفادہ کر سکے۔

سوالات حدیثیہ پر مشتمل کتب:

بنیادی طور پر وہ کتابیں ہیں جن میں علوم حدیث سے متعلق ان جوابات کو جمع کیا گیا ہے جو سائل اپنے شیخ یا مختلف شیوخ سے پوچھا کرتا تھا۔

ان کتابوں کی اہمیت:

کتب السؤالات کو علوم حدیث کے اہم مصادر میں شمار کیا جاتا ہے، کیوں کہ ان میں علوم حدیث خاص طور پر علم جرح وتعدیل اور علم العلل سے متعلق بہت ساری ایسی معلومات ہوتی ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ہمیں وہ دیگر مصادر علوم حدیث میں نہ ملیں۔ ہم تک اس عنوان سے ایک معتدبہ تعداد ان کتب کی پہنچی ہے، خاص طور پر امام ابن المدینی، ابن مَعین، دارقطنی اور امام الحاکم، وغیرہ اس فن کے کبار علماء کی کتابیں۔

ان کتب کی خصوصیت:

ان کتب کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ ایک ہوشیار وذہین طالب علم اور اس کے شیخ یا متعدد شیوخ کے درمیان سوال وجواب پہ مشتمل ہوتی ہیں کہ جس میں شاگرد اپنے شیخ یا شیوخ سے سوال کے ذریعہ معلومات حاصل کرتا ہے اور باہمی گفتگو سے ان کو پختہ کرتا ہے۔ بعض دفعہ ان سوالات وجوابات کو الگ سے کسی خاص کتاب میں ذکر نہیں کیا جاتا، بلکہ کسی دوسری کتاب کے ضمن میں ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اپنے شیخ امام بخاریؒ وغیرہ سے پوچھے ہوئے سوالات اور ان کے جوابات کو کسی مستقل کتاب میں ذکر نہیں کیا بلکہ اپنی کتاب السنن میں ہی جگہ جگہ ذکر کیا ہے، یا

جیسا کہ ابن اُبی حاتم نے اپنے والد اور ابوزُرعۃ سے پوچھے ہوئے سوالات اور ان کے جوابات کو اپنی ''کتاب الجرح والتعدیل''یا ''کتاب العلل''میں ذکر کیا ہے۔

اقسام وانواع کتب السؤالات:

ان کتب کو عموماً دو طرح کے انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پہلی قسم: یہ ان سوالات پہ مشتمل کتب ہیں جو روات/راویوں کے ساتھ خاص ہیں، یہ متعدد انواع پر مشتمل ہے:

نوع اول:...... یہ وہ سوالات وجوابات ہیں جو بعض راویوں کی حقیقت اور ان کے ناموں کی معرفت پہ مشتمل ہیں، بایں طور کہ بسا اوقات جس راوی کے بارے میں سوال کیا گیا ہو وہ مبہم ہو یا اس کا تذکرہ کنیت یا نسبت کے ساتھ کیا گیا ہو، یا سوال اس راوی کی تاریخ وفات یا رحلات حدیث سے متعلق ہوتا تھا۔

نوع ثانی:...... یہ وہ سوالات وجواباب ہیں جن کا تعلق بعض راویوں کے بعض سے سماع یا عدم سماع سے ہوتا تھا کہ سماع کے ثبوت یا عدم ثبوت سے حدیب کے متصل یا منقطع ہونے کا پتہ چل جاتا تھا۔

نوع ثالث:...... یہ بعض راویوں سے متعلق جرح اور تعدیل کے احوال پہ مشتمل سوالات وجواباب کا مجموعہ ہے۔

دوسری قسم: یہ ان سوالات پہ مشتمل ہیں جو صناعت/فن حدیث سے متعلق ہوا کرتے تھے، اس کی دو انواع ہیں:

نوع اول:...... اس میں حدیث کے ایک معین پہلو سے متعلق سوال پوچھا جاتا تھا تاکہ اس حدیث سے متعلق حل یا مخرج معلوم کیا جاسکے، بایں طور کہ کوئی حدیث مختلف فیہ ہو تو سوال کا مقصد ایسی توجیہ معلوم کرنا ہوتا تھا کہ جس سے وہ اختلاف رفع اور زائل ہو جاتا تھا، یا کوئی حدیث متصلاً اور مرسلاً دونوں طرح سے وارد ہوئی ہو اور سوال کا مقصد ان میں سے راجح اور صحیح کو معلوم کرنا ہوتا تھا۔

نوع ثانی:...... ان سوالات وجوابات کا مقصد علل حدیث اور مشکلات حدیث کو بیان کرنا، یا حدیث پہ حکم، یا اس کی سند پہ حکم کو بیان کرنا ہوتا تھا۔

اہم کتب سوالات:

بعض اہم کتب السوالات درج ذیل ہیں:

۱:...... **سؤالات ابن أبی شَیْبَۃ** ...... یہ امام علی بن المَدینی کی تصنیف ہے، اس کتاب کو موفق عبدالقادر کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۴ھ میں مکتبۃ المعارف ریاض سے شائع کیا گیا ہے۔

۲:......**سؤالات البَرْذَعی** ...... یہ امام ابوزُرعۃ رازی کی تصنیف ہے، اسے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے

۱۹۸۲ام کوڈاکٹر سعدی ہاشمی کی تحقیق کے ساتھ تین جلدوں میں شائع کیا گیا ہے ۔

۳:...... سؤالات السُّلمي، (أبوعبدالرحمٰن محمد بن الحسین السُّلمی ت۴۱۲ھ) ...... یہ امام دارقطنی کی تالیف ہے، اسے باحثین کی ایک جماعت کی تحقیق کے ساتھ ڈاکٹر خالد بن عبدالرحمٰن جریسی نے اپنے اور ڈاکٹر سعد بن عبداللہ الحمید کے زیر اشراف ۱۴۲۷ھ کو ایک جلد میں شائع کیا ہے۔

۴:......سؤالات أبی بکر أحمد بن محمد بن هانء الأَثْرَم أبا عبدالله أحمد بن حنبل. ...... یہ امام اثرم کے امام احمد بن حنبل سے پوچھے گئے سوالات اوران کے جوابات پر مشتمل کتاب ہے۔

۵:...... مسائل أبی جعفر محمد بن عثمان ابن أبی شَیبة عن شیوخه.

یہ امام ابن ابی شیبہ کے اپنے شیوخ سے پوچھے گئے سوالات اوران کے جوابات پر مشتمل کتاب ہے ۔

۶:...... مَن تکَلَّم فیه الدارقطنیُّ فی کتاب السنن مِن الضعفاء والمتروکین والمجهولین .

یہ ابن زُرَیق کی تالیف ہے، اسے دارالبشائر نے ۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴م کو ڈاکٹر عامر حسن صبری کی تحقیق کے ساتھ ایک جلد میں طبع کیا ہے۔

۷:...... سؤالات ابن الجُنید أبو إسحاق إبراهیم بن عبدالله الخَتُلی ت۲۶۰ھ

یہ امام ابوزکریا یحیی بن مَعین ۱۵۸ھ-ت۲۳۳ھ کی کاوش ہے، اس کتاب کو ڈاکٹر احمد محمد نور سیف کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الدار نے ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸م کو ایک جلد میں طبع کیا ہے۔

۸:......سؤالات أبی عبید الآجُرِّی أبا داود سلیمان بن الأشعث السِّجِسْتانی فی معرفة الرجال وجرحهم وتعدیلهم ...... یہ کتاب امام آجری کے امام ابوداؤد سے رواۃ کے جرح اور تعدیل سے متعلق پوچھے گئے سوالات اوران کے جوابات پر مشتمل ہے، اسے ڈاکٹر عبدالعلیم عبدالعظیم بستوی کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ دارالاستقامۃ سے ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷م کو دوجلدوں میں شائع کیا گیا ہے ۔

۹:......سؤالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی فی الجرح والتعدیل .

اس کتاب کو موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ المعارف نے ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴م کو ایک جلد میں شائع کیا ہے ۔

۱۰:......مِن سؤالات أبی بکر الأثرم أبا عبدالله أحمد بن حنبل روایة الإمام الحافظ أبی الحسن علی بن أبی طاهر أحمد بن الصباح القَزوینی...... . یہ کتاب امام اثرم کے امام احمد بن حنبل سے پوچھے گئے سوالات اوران کے جوابات پر مشتمل ہے، جسے حافظ ابوالحسن علی بن احمد قزوینی نے روایت کیا ہے، اسے

خیر اللہ الشریف کی تحقیق کے ساتھ دار العاصمۃ نے ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱م کو ایک جلد میں طبع کیا ہے ۔

۱۱:...... سؤالات أبی عبداللہ ابن بکیر وغیرہ للدارقطنی ۔

اس کتاب کو علی حسن عبدالحمید حلبی کی تحقیق کے ساتھ دار عمار نے ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸م میں طبع کیا ہے۔

۱۲:......سؤالات السِّلَفی لخَمیس الحَوْزی عن جماعۃ من أھل واسط.

یہ کتاب مطاع طرابیشی کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر سے ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳م کو ایک جلد میں شائع ہوئی ہے۔

۱۳:......سؤالات أبی بکر البُرقانی للدارقطنی فی الجرح والتعدیل ۔

اس کتاب کو مجدی السید ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ القرآن نے طبع کیا ہے ۔

۱۴:...... سؤالات حمزۃ بن یوسف السَّھمی للدارقطنی وغیرہ مِن المشایخ فی الجرح والتعدیل ......یہ موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ المعارف سے ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴م کو ایک جلد میں شائع ہوئی ہے۔

۱۵: سؤالات أبی عبدالرحمن السُّلَمی للدارقطنی فی الجرح والتعدیل وعلل الحدیث ، (أبو عبدالرحمٰن محمد بن الحسین السلمی ت ۴۱۲ھ) ۔

اس کتاب کی تحقیق ڈاکٹر عبدالرحمٰن جریسی اور ڈاکٹر سعد بن عبداللہ الحمید کے زیر اشراف باحثین کی ایک جماعت نے کی ہے، جسے مکتبۃ الملک فہد الوطنیۃ نے ۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶م کو ایک جلد میں شائع کیا ہے۔

۱۶:......سؤالات مسعود بن علی السِّجزِی مع أسئلۃ البغدادیین عن أحوال الرواۃ؛ لأبی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری ت ۴۰۵ھ۔......مذکورہ کتاب موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر کی تحقیق کے ساتھ دار الغرب الإسلامی سے ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸م کو ایک جلد میں شائع ہوئی ہے۔

۱۷:......معرفۃ الرجال عن یحیی بن معین، أو سؤالات ابن مِحرز لابن مَعین، وفیہ عن علی بن المَدینی وأبی بکر بن أبی شَیبۃ، ومحمد بن عبد اللہ بن نمیر وغیرھم/ روایۃ أحمد بن محمد بن القاسم بن محرز ۔...... یہ امام ابن معین ۱۵۸ھ-ت ۲۳۳ھ کی تصنیف ہے، اس کتاب کو محمد کامل القصار، محمد مطیع الحافظ اور غزوۃ بدیر کی تحقیق کے ساتھ مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق نے ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵م کو دو جلدوں میں شائع کیا ہے ۔

اس کے علاوہ سلسلۃ السؤالات الحدیثیَّۃ کے نام سے گیارہ اجزاء پر مشتمل ایک کتاب دار الفاروق المصریۃ سے شائع ہوئی ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

امتحان، مقصد، طریق کار اور ضروری اصلاحات

مولانا محمد طاہر سورتی

امتحانات شش ماہی کی مناسبت سے چند معروضات اہل مدارس کی خدمت میں خیر خواہی وہم دردی کے جذبے سے رکھ رہا ہوں۔

مدارس وجامعات میں امتحانات نظام کا جزولازم ہیں، کسی بھی تعلیمی ادارے کے لیے امتحانات ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور اگر امانت داری کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ امتحانات سے قبل وبعد چند امور کا اہتمام کیا جائے تو کافی امید افزا نتائج حاصل ہوسکتے ہیں۔

ایک منفی پہلو اور الم ناک حقیقت یہ بھی ہے کہ اگر ان امتحانات میں امانت داری والے پہلو کو ملحوظ نہ رکھا جائے، نیز انہیں خانہ پری کے لیے رواروی میں نمٹا دیا جائے تو یہ روح تعلیم کے لیے زہر قاتل اور ادارے کے تعلیمی معیار کی پستی کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔

امتحانات کا مقصد یہی ہے کہ طلبہ اپنے آموختے پختہ کرلیں، اور اپنی کتابی اور علمی استعداد مضبوط بنالیں۔ اسباق کے زمانے میں اگر کچھ کمی کم زوری رہ گئی ہے تو اس کی تلافی کا زریں موقع امتحانات سے کچھ قبل کا دور ہوتا ہے۔

اس کے لیے انتظامیہ کی جانب سے کافی کچھ کیا جاسکتا ہے۔ اور بہت سی جگہوں میں کیا بھی جاتا ہے۔

۱......: اگر تعلیمی سال کے آغاز ہی میں تمام امتحانات کی تاریخیں طلبہ واساتذہ کو بتادی جائیں، اور ان کو اسے نوٹ کرنے کی تاکید کی جائے تو یہ ایک مفید کام ہوسکتا ہے۔

۲......: تعلیمی سال کے آغاز ہی سے طلبہ اگر تین کام پابندی اور شوق ورغبت سے کریں تو حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ اور دیگر مجربین نے ایسے طلبہ کو حصول علم کی ضمانت دی ہے۔ اور اس کی برکت سے انسان کا آموختہ کافی پختہ رہتا ہے۔ پھر امتحانات کے زمانے میں زیادہ محنت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں:

سبق سے قبل اس کا مطالعہ۔

سبق کی حاضری جسماً ورُوحاً۔

روز کے درس کا روز تکرار بلا ناغہ۔

۳......: ہر ماہ- ڈیڑھ ماہ میں خصوصاً نیچے کے درجات میں ہر استاذ کو اپنی کتاب کا تعلیمی جائزہ لیتے رہنا چاہیے، اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ طلبہ کون سے کم زور ہیں اور کون سے پختہ ہیں اس کا علم استاذ کو ہو جائیگا، کتاب میں کون سا مضمون طلبہ بخوبی سمجھ چکے ہیں، اور کہاں خامی ہے، اس کا بھی اندازہ ہوگا، اس موقع پر استاذ یادداشت تیار کر کے آئندہ کا لائحہ عمل بنا کر آئندہ وقفے میں اس کے مطابق کام کرے۔

۴......: ہر طرح کی استعداد کے طلبہ کی فہرست اپنے پاس رکھے، قابلِ محنت طلبہ پر خصوصی توجہ دے، ان کی پریشانی اور الجھنوں کو دور کرنے کے آسان ترین طریقے سوچے، اور ان کی روشنی میں ان پر محنت کرے، اس کے لیے قوی الاستعداد طلبہ سے بھی مدد لی جاسکتی ہے، کہ اس میں خود طلبہ کا فائدہ مضمر ہونے کے ساتھ استاذ کا بوجھ بھی کچھ ہلکا ہو جائے گا۔

اس ترتیب کو اختیار کرنے کی صورت میں امتحان کی آمد سے قبل امید ہے کہ طلبہ اس کے لیے مکمل مستعد ہو جائیں گے۔

۵......: ششماہی وسالانہ امتحان سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل طلبہ کا ایک اجتماع کیا جائے جس میں امتحان کی تیاری کرنے کی خوب ترغیب دی جائے، محنت کرنے اور امتحانات میں کامیابی کے فوائد وفضائل بتائے جائیں، معنوی انعامات کے ساتھ ساتھ مادی انعامات کا بھی اعلان کیا جائے۔ امتحان کی تیاری کا باقاعدہ عملی طریقہ بھی اس اجتماع میں بتایا جائے۔ اس سے متعلق مفید ٹپس دی جائیں۔

۶......: ہر درجے کے طلبہ کے لیے انتظامیہ کی جانب سے کوئی مناسب استاذ اس خدمت کے لیے باقاعدہ مقرر کیا جائے کہ طلبہ کو امتحان کی تیاری میں کیا کیا پریشانی پیش آرہی ہے، اس کو سمجھ کر اسے حل کرے، پوری دل چسپی اور شوق ورغبت سے ایک ہم درد دوست کی طرح طلبہ کا ہر ممکن تعاون کرے۔

۷......: طلبہ کے لیے یوں تو ورزش یا کھیل کے لیے تھوڑا سا وقت فارغ کرنا ہر زمانے ہی میں بہت مفید ہے۔ لیکن ایامِ امتحان اور اس کی تیاری کے دور میں اس کی افادیت دو چند ہو جاتی ہے۔ اس سے طبیعت ومزاج ہشاش بشاش اور جسم نشیط ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں سٹریس اور مایوسی اس کا رخ نہیں کر سکتی، امتحان کے زمانے میں بہت سے طلبہ اس کا شکار ہوتے ہیں۔

۸......: امتحان کی تیاری کے لیے صبح صادق سے دو یا ڈیڑھ گھنٹے قبل کا وقت ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ لہذا جن طلبہ کی نیند از خود رفتہ نہ ہو ان کے لیے انفع یہ ہے کہ وہ بجائے رات کو دیر تک پڑھنے کے؛ جلد سو کر وقت مذکور میں بیدار ہو

جائیں۔اور مختصر تہجد کے بعد تکرار و مطالعہ میں مشغول ہوجائیں۔

تجربہ یہ ہے کہ دیگر اوقات کے مقابلے میں ان روح پرور نورانی ساعات میں آدھے وقت میں اور بہتر کیفیت سے تیاری ہو پاتی ہے۔

امتحان سے کم از کم نصف یوم قبل پڑھائی مکمل موقوف کردے اور خوب پیٹ بھر کر آرام کرے اور کھیلے۔

۹......: امتحانات میں اعتدال کو بطور خاص ملحوظ رکھا جائے، سوالات نہ بہت سہل ہوں، نہ بہت مشکل۔حافظے کا امتحان نہ ہو، استعداد کی جانچ ہو۔جیسا کہ حضرت تھانوی رح۔نے فرمایا ہے۔

۱۰......: جو طلبہ کام یاب کیے جانے کے اہل ہوں، ان ہی کو کام یاب کیا جائے، جو نا کام ہوں ان کو ناکام ہی کیا جائے، اور ان کی ترقی روکنے کے علاوہ ان کی تلافی مافات کا انتظامیہ کی جانب سے معقول نظم کیا جائے، ان کے کم زور مقامات کو نوٹ کرکے اس کے حل کی تدبیریں سوچی جائیں۔

۱۱......: اگر ناکام طلبہ کو کام یاب کردیا گیا یا ان کی ترقی نہیں روکی گئی نیز ان کی تلافی کی فکر نہیں کی گئی تو اس کے نقصانات بہت دور رس ہیں، اول تو یہ طلبہ اخیر تک کم زور رہ کر قوم وملت کے لیے مضر یا کم نافع ہوں گے۔

دوم ایں کہ طلبہ امتحانات کو ہلکے سے لینے کے عادی ہوکر سست اور بے ذوق ہوجائیں گے، اور شدہ شدہ ذہین و شوقین طلبہ بھی بے ذوق وکم زور ہوجائیں گے، اور اس کا راست اثر اساتذہ کے حوصلوں پر پڑیگا، خاص طور سے جب مدرسے میں سردمہری کا ماحول عام ہوجائے۔

۱۲......: امتحان تحریری ہو یا تقریری، کس کتاب کا تحریری اور کس کتاب کا تقریری، اس نوع کے امور انتظامیہ کو بعض منتخب قابلِ اعتماد اساتذہ کے ساتھ تبادلہ خیال کے بعد طے کرنا چاہیے۔

۱۳......: کام یابی و ناکامی نیز اعلیٰ، اوسط و ادنیٰ نمبرات کا معیار شفاف ہونا چاہیے۔اس کے لیے واضح رہ نما خطوط انتظامیہ کی جانب سے متعین ہونے چاہییں۔

۱۴......: تعلیمی و تربیتی نظام کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ہمہ وقت متفکر رہنا چاہیے۔سنجیدہ اور تجربہ کار اساتذہ سے اس سلسلے میں استفادہ کرتے رہنا چاہیے۔دیگر جامعات سے اپنی گم شدہ پونجی کی جُستجو کبھی موقوف نہیں کرنی چاہیے۔

☆......☆......☆

کیا آپ وہ استاد ہیں؟

جناب عدنان احمد بن ناصر فیصل

جوں جوں زمانہ ترقی کر رہا ہے تعلیم وتدریس کی دنیا میں آئے روز نئے رجحانات داخل ہو رہے ہیں، ان میں بعض منفی ہیں تو بہت سے مثبت بھی ہیں۔ اب لگی بندھی اور روایتی تدریس خصوصاً ابتدائی درجات/اعدادیات میں اپنی افادیت کے اعتبار سے کم ہو رہی ہے۔ اب استاذ کو نئے رجحانات کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ یہی مواقع ہوتے ہیں کہ استاذ جدید رجحانات کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب انداز میں تعلیمی تجربات انجام دے۔

ابتدائی اور اعدادیات کے درجات میں پڑھنے والے بچوں کی دنیا محدود ہوتی ہے۔ ان کے لیے ماں، باپ اور استاذ ہی سب سے بڑے ہیرو ہوتے ہیں۔ استاذ تو مکتب کے بچوں کے لیے ایک ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ یا تو اپنے استاذ کو ناپسند کرتے ہیں یا بہت چاہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا آپ وہ استاد ہیں جسے مکتب کا ہر بچہ پسند کرتا ہے؟۔ کیا آپ وہ استاذ ہیں جسے بچے ساری زندگی یاد رکھتے ہوں؟...... ایسا ہونے کے لیے کچھ صفات بھی ضروری ہیں۔

ایک استاد کو تدریس سے لطف اندوز ہونا' اپنے طلبہ کی زندگی میں انقلابی تبدیلی پیدا کرنا' انہیں زندگی کے مقصد سے آگاہ کرنا، مثبت سوچ کا حامل ہونا وغیرہ کئی ایسی صفات وعادات ہیں جو بحیثیت معلم ہر استاذ میں ہونی چاہئیں۔ درحقیقت کئی ایسی عادات ہیں جو ایک معمولی استاذ کو موثر استاد بناتی ہیں، لیکن مندرجہ ذیل وہ عادات ہیں جو بہت اہم ہیں اور بہت سی دیگر کردار کی خصوصیات کو بھی ان میں باندھا جا سکتا ہے۔

تدریس سے لطف اندوز ہونا:...... تعلیم کا ذریعہ ذہن ودماغ اور روح کے راستوں سے ہے۔ استاذ کے ذہن کی رسائی طلبہ کے ذہن تک ضروری ہے جو بظاہر بہت پیچیدہ ہے، یہ سب اس وقت ہو سکتا ہے جب استاذ کو اپنے پیشے سے عشق ہو، اخلاص ہو اور وہ خون جگر صرف کرنے کا ارادہ رکھتا ہو...... ''نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر''۔

تدریس کا مطلب ایک بہت ہی لطف انگیز سعی کا ہونا ہے۔ آپ کو صرف اسی صورت میں استاذ بننا چاہیے جب آپ بچوں سے محبت کرتے ہیں اور اپنے دل سے ان کی دیکھ بھال اور تربیت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر آپ صرف کسی نصابی کتاب سے ہدایات پڑھتے ہیں تو یہ غیر موثر ہے۔ اس کے بجائے، اپنے اسباق کو زیادہ سے زیادہ

متعامل اورمشغول بنا کر زندہ کریں۔تدریس کے لیے اپنے شوق کو ہر دن پروان چڑھنے دیں۔ ہر تدریسی لمحے سے بھرپور لطف اندوز ہوں۔گویا تدریس میں ڈوب جانا ہی استاذ کی اصل کامیابی ہے۔

مثبت کردار:......ہر روز کمرہ جماعت میں مثبت توانائی لائیں۔آپ کے پاس ایک خوبصورت مسکراہٹ ہے لہٰذا اسے دن بھر زیادہ سے زیادہ بکھیرنا نہ بھولیں۔یقینی بات ہے کہ آپ کو اپنی ذاتی زندگی میں اپنے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے،اس کے اثرات بسا اوقات آپ کی شخصیت پر نظر آتے ہیں،لیکن ایک بار جب آپ اپنی کلاس میں داخل ہو جاتے ہیں تو آپ کو دروازے میں قدم رکھنے سے پہلے یہ سب پیچھے چھوڑ دینا چاہیے۔چاہے آپ کیسا ہی محسوس کر رہے ہوں،آپ کو کتنی نیند آئی ہے یا آپ کتنے مایوس ہیں،کبھی بھی اس کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ایسا شخص بنیں جو ہمیشہ مثبت،خوش اور مسکراتا رہے۔یادرکھیں کہ مثبت توانائی متعدی ہے اور اسے پھیلانا آپ پر منحصر ہے۔

ہمدرد اور شفیق ہونا:......استاذ کی ذات ہمدردی اور محبت کا جیتا جاگتا سرچشمہ ہونی چاہیے۔یہ اہم پہلو ہے اور ایک موثر استاذ ہونے کے لیے بہت ضروری ہے۔اپنے طلبہ اور ان کی دلچسپیوں اور الجھنوں کو جانیں تاکہ آپ ان سے جڑنے کے طریقے تلاش کر سکیں۔انہیں اپنے بارے میں بتانا بھی نہ بھولیں۔اس کے علاوہ،ان کے سیکھنے کے انداز کو جاننا ضروری ہے تاکہ آپ ان میں سے ہر ایک کو ایک فرد کے طور پر پورا کر سکیں۔اس کے علاوہ،اپنے طلبہ کے والدین کو بھی جاننے کی کوشش کریں۔والدین سے بات کرنے کو ایک ذمہ داری کے طور پر نہیں دیکھا جانا چاہیے بلکہ ایک اعزاز کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔مکتب کے سال کے آغاز میں،یہ معلوم کریں کہ وہ(والدین) سال کے کسی بھی وقت کسی بھی چیز کے بارے میں آپ کے پاس آسکتے ہیں۔اس کے علاوہ،اپنے ساتھیوں کو ذاتی سطح پر بھی جاننے کی کوشش کریں۔ اگر آپ مکتب کے اندر اور باہر ایک مضبوط معاون نیٹ ورک تلاش کر سکتے ہیں تو آپ بہت زیادہ بہتری محسوس کریں گے۔

پُرعزم ہونا:......چاہے آپ سبق پڑھا رہے ہوں،رپورٹ کارڈ لکھ رہے ہوں یا کسی ساتھی کو مدد کی پیشکش کر رہے ہوں–اپنا سو فیصد تعاون دیں۔اپنی تدریس بخوبی انجام دیں کیونکہ آپ تدریس سے محبت کرتے ہیں نہ کہ اس لیے کہ آپ ایسا کرنے کے لیے خود کو پابند محسوس کرتے ہیں۔ایسا خود کی نشو ونما کے لیے کریں،دوسروں کو ترغیب دینے کے لیے ایسا کریں تاکہ آپ کے طلبہ کو آپ کی تعلیم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔اپنے لیے،طلبہ، والدین،مکتب اور ہر اس شخص کے لیے تعاون پیش کریں جو آپ پر اعتماد رکھتا ہے۔کبھی ہار نہ مانیں اور اپنی پوری کوشش کریں—یہ سب کچھ آپ کر سکتے ہیں۔

منظّم رہنا:......خود کو ایک منظّم منصوبہ ساز معلم بنانا اور منصوبہ بندی کرنا بھی ضروری ہے۔آج آپ کیا پڑھا رہے ہیں؟ کس قدر پڑھانا ہے؟ اس میں پیریڈ کا کتنا وقت صرف کرنا ہے۔ہر کلاس کے سبق کی تفصیل ذہن نشین

ہونا چاہیے۔اچھا استاذ پڑھانے میں بھی استاذ ہوتا ہے۔وہ اپنے مضمون میں نہ صرف کمال پیدا کرتا ہے بلکہ مختلف طریقہ ہائے تعلیم سے واقف بھی رہتا ہے۔ ایک ڈائری اپنے پاس رکھیں اور جیسے ہی آپ کے ذہن میں ایک متاثر کن خیال تشکیل پائے اپنے خیالات کو ڈائری میں قلم بند کرلیں' پھر ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کا منصوبہ بنائیں۔یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ پڑھانے کا مطلب یہ نہیں کہ اپنی نوٹ بک دوسرے کی نوٹ بک میں انڈیل دی۔یا استاذ کی کاپی سے شاگرد اپنی کاپی منتقل کرلے۔

کھلے ذہن کا ہونا:......ایک استاد کی حیثیت سے،ایسا وقت آنے والا ہے جہاں آپ کا رسمی یا غیر رسمی طور پر مشاہدہ کیا جائے گا۔آپ کے پرنسپل،اساتذہ، والدین اور یہاں تک کہ بچوں کی طرف سے آپ کا مسلسل جائزہ لیا جا رہا ہوگا اور تنقید کی جا رہی ہوگی۔جب کوئی آپ کی تدریس پر تنقید کرے تو تلخی محسوس کرنے کی بجائے تعمیری تنقید کا سامنا کرتے وقت کھلے ذہن کا حامل بنیں اور ایک لائحہ عمل بنائیں اور ثابت کریں کہ آپ ایک موثر استاد ہیں جو آپ بننا چاہتے ہیں۔یاد رکھیں' اِس دُنیا میں کوئی بھی شخص کامل نہیں ہے اور بہتری کی ہمیشہ گنجائش ہوتی ہے۔بعض اوقات،دوسرے دیکھتے ہیں کہ آپ کیا دیکھنے میں ناکام رہتے ہیں۔

معیارات طے کرنا:......اپنے طلبا اور اپنے لیے معیارات بنائیں۔شروع سے ہی اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ (طلباء) جانتے ہیں کہ کیا قابل قبول ہے بمقابلہ کیا نہیں۔مثال کے طور پر، طلباء کو یاد دلائیں کہ آپ (معلم) کس طرح کام مکمل کرنا چاہیں گے۔کیا آپ وہ استاد ہیں جو چاہتے ہیں کہ آپ کے طلباء اپنی پوری کوشش کریں اور اُن کے ہاتھ بہترین اور صاف ستھرا کام آئے؟ یا آپ وہ استاد ہیں جو کم پرواہ نہیں کرسکتے؟ اب یاد رکھیں، آپ اپنے طلباء سے بہتر کی توقع اُسی وقت کرسکتے ہو جب آپ انھیں اپنا بہترین دے رہے ہو۔جیسا کہ کہا جاتا ہے،کہو وہی بات جس پر تم خود عمل کرتے ہو۔

تبدیلی کو گلے لگانا:......زندگی میں چیزیں ہمیشہ منصوبہ بندی کے مطابق نہیں ہوتی ہیں۔جب تدریس کی بات آتی ہے تو یہ خاص طور پر سچ ہوتی نظر آتی ہے' لہٰذا لچک دار رہیں اور تبدیلی آنے پر تبدیلی کو گلے لگائیں۔ایک موثر استاد تبدیلیوں کے بارے میں شکایت نہیں کرتا جب کوئی نیا پرنسپل آتا ہے وہ یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ وہ اپنے سابقہ اسکول یا سابقہ طلباء کے ساتھ کتنا اچھا تھا بمقابلہ موجودہ صورت حال کے۔تبدیلی کے بارے میں زور دینے کے بجائے،اسے دونوں ہاتھوں سے گلے لگائیں اور ظاہر کریں کہ آپ ہر منحنی گیند کو مارنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو آپ کے راستے میں آتی ہے۔آخر میں یہ کہنا ہے کہ ہر صورتحال میں ہمیشہ کچھ مثبت پایا جاتا ہے لیکن اسے تلاش کرنا آپ پر منحصر ہے۔اپنا سر اونچا رکھیں اور تعلیم کی محبت کے لیے خوشی سے پڑھاتے رہیں۔

معاشرے میں اخلاقی قدروں کی پامالی

ایک ناسور جو اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے

محمد احمد حافظ

اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے ہمیں ایمان و اسلام کی نعمت سے نوازا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا اور مسلم معاشرے کا ایک ذمہ دار فرد بنایا۔

دین اسلام اللہ رب العالمین کا نازل کردہ دین ہے؛ جسے اس نے ہمارے لیے پسند فرمایا، تاکہ اس کے بندے شاہراہ مستقیم پر چلیں اور دین ودنیا کی فوز وفلاح سمیٹیں۔ دین اسلام کی بہت سی نمایاں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت اس کا نظام شرم وحیا ہے۔ کہنے کو یہ دو لفظ ہیں مگر اپنی معنویت میں ایک جہان رکھتے ہیں۔ یہ دو ایسی صفتیں ہیں جو ہمارے لب ولہجے، حرکات وسکنات، عادات واطوار اور اخلاق وکردار میں راست طور پر مطلوب ہیں۔ یہ انسانی معاشروں کے لیے ایک غیر مرئی حصار ہیں، جب تک افراد اس حصار میں رہتے ہیں عزت وسربلندی ان کا مقدر بنتی ہے۔ جوں جوں اس حصار سے قدم باہر نکالنے لگتے ہیں ذلت ورسوائی پیچھا کرنے لگتی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اذافاتک الحیاء فاصنع ماشئت** ...... کہ ''جب تمہارے وجود سے حیاء رخصت ہوجائے تو پھر جو چاہو کرو۔'' معلوم ہوا کہ کسی بھی برے کام سے بچنے اور رُکنے کا ایک بڑا سبب شرم وحیا ہے، اگر انسان اسے ترک کردے تو اس سے کچھ بھی سرزد ہونا ممکن ہے۔

افسوس یہ ہے کہ آج کے دور میں انسان کے شرف وعظمت یہی حوالہ داؤ پر لگ چکا ہے۔ سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع نے اس مضبوط حصار میں نقب لگائی ہے۔ بے حیائی وبے شرمی کے ایسے واقعات رونما ہورہے ہیں کہ سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔ ہمارے اخبارات وجرائد میں زیر بحث آنے والے موضوعات، ٹی وی ڈراموں، ٹاک شوز اور عصری تعلیمی اداروں میں ہونے والے حیاباختہ پروگراموں نے حیاوشرم کا جنازہ نکال دیا ہے۔ کل تک جن موضوعات پر سوچتے ہوئے بھی آدمی کی لویں سرخ ہوجاتی تھیں آج وہ موضوعات بحث ومباحثہ کا عنوان بن گئے ہیں، ان پر کھلے عام گفتگو کی جاتی ہے۔ آڈیو لیکس اور ویڈیو لیکس نے اخلاقی دیوالیہ پن کو آشکارا کیا ہے۔

ٹرانس جینڈر ایکٹ ہمارے معاشرے پر ایٹم بم بن کے پھٹا ہے۔ اس قانون کی سنگینی اپنی جگہ تو ہے ہی، اس نے عمومی سطح پر ہماری گفتگو کے جو موضوعات ترتیب دیے ہیں ان کی بیہودگی اور عفونت سے پورا معاشرہ بدبودار ہورہا

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ہے۔ایسے لوگوں کے بارے قرآن مجید نے واضح طور پر کہا ہے کہ:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔''(النور:۱۹)

ترجمہ:''جولوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

یہ آیت جس سیاق وسباق میں نازل ہوئی؛ اسے پڑھ لیا جائے تو یہ حقیقت معلوم ہوگی کہ اسلام اس بارے کس قدر غیور واقع ہوا ہے کہ اس کے ہاں کسی نازیبا بات کو پھیلانا اور اسے موضوع گفتگو بنانا کس قدر بھیانک جرم ہے ......اور اس کی کتنی بڑی سزا ہے؟!۔اس کے مقابلے میں ہمارے آج کے مباحثوں کا موازنہ کرلیا جائے تو واضح ہوجائے گا کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟۔

آزاد میڈیا، مخلوط تعلیم اور جدید فلسفہ تعلیم نے شرم وحیا کو گویا اپنی لغت سے خارج کردیا ہے۔بے شرمی، بے حیائی اور بیبا کی پُراعتماد شخصیت کی صفت بنادیے گئے ہیں۔جدید لغت میں بولڈ(Bold) ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان بے حیا ہوجائے۔وہ اپنی کوئی بھی بات کہیں بھی اور کسی کے بھی سامنے بغیر کسی جھجک کے کہہ سکتا ہو۔عصری تعلیمی ادارے نوخیز بچوں اور بچیوں کو وہ ماحول فراہم کرتے ہیں جو انہیں بیباک بناتا ہے۔ایک عرب شاعر کا کہنا ہے:

فلا واللّٰہ ما فی العیش خیر

ولا الدنیا اذا ذھب الحیاء

کہ......اگر حیا ختم ہوجائے تو بخدا زندگی میں کوئی خیر ہے اور نہ دنیا میں کوئی بھلائی۔

یہاں تو معاملہ یہ ہوگیا ہے کہ شرم وحیا بوجھ تصور ہونے لگے ہیں۔افراد قوم کا شعور اس قدر پامال کردیا گیا ہے کہ اس کے ناخوب خوب تر ہوگیا ہے۔

اسلامی روایت میں تعلیم وتعلم ایک مقدس فریضہ ہے۔ہمارے درس نظامی کی کتابوں میں شرم وحیا کے مسائل پڑھائے جاتے ہیں مگر یوں نہیں کہ ان سے کوئی طالب علم جنسی حظ اٹھائے یا بیبا کی دکھائے۔حیا اور وقار کی ایک کیفیت ہوتی ہے، استاذ بھی اس مرحلے پر چوکنا ہوتا ہے؛ وہ اپنے اسلوب درس میں ان مسائل کے ذکر کے دوران خاص احتیاط برتتا ہے۔کوشش کی جاتی ہے کہ نفس مسئلہ ذرّہ بھر ادھر ادھر کی بات نہ ہو

دین دشمن عناصر، ملت بیزار این جی اوز، ذرائع ابلاغ کے بداخلاق وبدکردار کارندے اپنے تمام وسائل، قوت وطاقت اور ذہنی وفکری صلاحیتوں اور تحریری وتقریری مواد سے سے اُمتِ مسلمہ کے سامنے عریانی وفحاشی و مے خواری،

بدکاری ولذتِ گناہ اور گناہِ بے لذت کے اس مکروہ اور بدبودار ومکروہ گڑھے کو جنت بنا کر دکھانے میں پوری طرح مصروف ہیں۔

دشمن ہمیں تباہی کے اس گڑھے میں دانستہ طور پر گرانا چاہتا ہے، جہاں سے نکلنے میں وہ خود بری طرح ناکام ہے، لیکن وہ گڑھے میں پھنسنے کے بھیانک انجام سے ہمیں اس لیے آگاہ نہیں کرتا کہ ہم اس کے جال میں بآسانی شکار ہو جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمارے لیے بہت کافی ہیں، الحمدللہ۔

گزشتہ اقوام کی تباہی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ گناہ کے کام مل کر اجتماعی طور پر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر عذاب اگرچہ بڑا عذاب ہے، لیکن سخت ترین عذاب قومِ لوط پر آیا جو اجتماعی عذاب بھی تھا اور انفرادی عذاب بھی۔ اس قوم کے جرائم میں ایک جرم یہ بھی تھا کہ وہ شرم وحیا سے عاری ہو چکی تھی اور بے حیائی کے کام بھری محفلوں میں سرِ عام کیا کرتے تھے۔ قومِ لوط کے لوگوں کی گفتگوئیں، ان کی حرکات وسکنات، اشارات وکنایات اور ان کے محلے اور بازار سب کے سب عریانی وفحاشی اور برائی وبے حیائی کا مرقع تھے، تب وہ غضبِ خداوندی کے مستحق ٹھہرے۔

آج کی سیکولر تہذیب نے بھی انسانیت کو حیا کے لبادے سے نا آشنا کر دیا ہے اور انسان کو ثقافت کی آڑ میں اپنے خالق ومالک سے دور کر کے تباہی وبربادی اور عذابِ الٰہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ جو فرد بھی اس بے ہودگی وہوسِ نفس کی ماری پرکشش اور فریب زدہ سیکولر تہذیب میں داخل ہوگا، وہ ''إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ'' کی عملی تصویر بنتے ہوئے ممکن ہے کہ قومِ لوط میں شمار ہو کہ یہ سیکولر فکر خالصتاً ابلیس اور اس کے پیروکاروں کا راستہ ہے، جس کا انجام بھڑکتی ہوئی آگ کی وادیاں ہیں۔

کیا کہیے......اور کس سے کہیے کہ اربابِ اقتدار جن سے کچھ امید کی جا سکتی تھی کہ بے حیائی کے کاموں پر روک لگائیں گے؛ انہی کی صفوں میں سے اٹھ کر بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں کو قانونی تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ کیا ہمیں اندازہ نہیں کہ اس سے تباہی وبربادی ہمارا مقدر ٹھہرے گی؟!۔

لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا حکومت اپنا فرض ادا نہیں کر رہی تو فرد اپنے بوجھ سے آزاد ہو گیا ہے۔ فرد کی مسئولیت بھی اسی طرح ہے جس طرح افراد حکومت کی ہے......**الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته**......امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور تواصی بالحق کا ہر مومن ومسلم مکلّف ہے۔

جاننا چاہیے کہ ہم نے مرنا ہے اور ایک روز احکم الحاکمین کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال اور اپنے اوپر عائد فرائض کا حساب دینا ہے۔ لازمی ہے کہ روزِ محشر اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر کے سامنے پیش ہونے کا خوف وحیا دامن گیر ہو۔ وماعلینا الا البلاغ!۔

تعلیم، خدمت خلق اور خانقاہ

جناب نوید مسعود ہاشمی

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں "خانقاہ" کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "خدمت خلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' بزرگان دین خدمت خلق کے ذریعے دین کی محنت کو مضبوط طریقے سے سرانجام دیتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ حالیہ سیلاب کے موقع پر دینی مدارس نے جس طرح متاثرین کی خدمت ہے...... وہ ہمارے لئے قابل اطمینان اور باعث فخر بھی ہے' اور یہ ہماری تابناک درخشندہ روایت میں سے ہے۔

تقریب سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "انسانیت" کی خدمت دین اسلام کے بنیادی احکامات میں سے ہے' بقول حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ...... اسلام کا خلاصہ تین چیزیں ہیں' ایک اللہ کی عبادت' دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تیسری چیز خلق خدا کی خدمت ہے' انہوں نے کہا کہ دین اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ زکوٰۃ و خیرات دینے والے حضرات کو مال خرچ کرتے ہوئے غرباء پر اپنا احسان نہیں جتلانا چاہیے بلکہ غرباء کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ ان کی بدولت آپ کا مال پاک ہوجاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی انسانیت کی خدمت میں گزری۔ لہٰذا امت مسلمہ کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ "انسانیت" کی خدمت کو اپنا شعار بنائے' مولانا حنیف جالندھری نے کہا کہ پاکستان کی تاریخ میں اس سے پہلے اتنا ہولناک سیلاب کبھی نہیں آیا' ملک کا ایک تہائی حصہ پانی میں ڈوب گیا' لوگوں کے مکانات منہدم ہوگئے اور بہت سے مالدار لوگ سیلاب کی...... وجہ سے پائی پائی کے محتاج ہوگئے' لیکن پاکستانی قوم نے اس موقع پر اپنے سیلاب زدہ بھائیوں کی جس طرح نصرت و اعانت کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔

انہوں نے کہا کہ جامعہ خیر المدارس میں "خانقاہ" کے قیام کا مقصد اصلاح نفس اور امراض باطنہ کا علاج ہے' انہوں نے دینی مدارس کو ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے ہاں خدمت خلق کا شعبہ ضرور قائم کریں' لیکن اس کے لئے الگ افراد رکھے جائیں...... تاکہ مدارس کا اصل کام یعنی تعلیم و تعلم متاثر نہ ہو۔ خانقاہ کی افتتاحی تقریب کے موقع پر دو سو بیس سیلاب سے متاثرہ خاندانوں کے نمائندوں کو شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی نے اپنے ہاتھوں سے نقد رقم بھی

پیش کی' بتایا جاتا ہے کہ ان متاثرین میں 20 غیر مسلم بھی شامل تھے۔

"خدمت خلق" اسلام کا عظیم الشان شعبہ ہونے کے باوجود اس لحاظ سے مظلوم رہا کہ اس پر ملحدین اور غیر ملکی ڈالر خور این جی اوز نے اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی' حالیہ سیلاب کے موقع پر دینی مدارس اور دینی جماعتوں نے اس شعبے کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے......اپنے سیلاب زدہ کروڑوں پاکستانی بھائی' بہنوں اور بچوں کو جس طرح سے سنبھالا' وہ تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔

اس خاکسار نے اوصاف میں یہ سوال بھی بڑی شد و مد سے اٹھایا کہ ۸/ مارچ کو عورتوں کے ... نام پر مادر پدر آزاد جلوس نکالنے والی لبرل مافیا کے وڈیرے اور حقوق "حیوانات" کی ڈالر خور این جی اوز سیلاب زدہ علاقوں میں نظر کیوں نہیں آرہیں؟ انسانی حقوق کے باقی نام نہاد علمبردار اس موقع پر کہاں ہیں؟ لیکن جواب ندارد' ایسے لگتا تھا کہ جیسے "موم بتی مافیا" کی صرف قوت شنوائی ہی نہیں قوت گویائی بھی چھن چکی ہو۔

سیلاب زدہ علاقوں میں ہزاروں لاکھوں نہیں' بلکہ کروڑوں لوگ در بدر ہو چکے تھے' سر چھپانا تو درکنار' ان کے پاس اپنے مردوں کو دفن کرنے کے لئے بھی سوکھی زمین بھی دستیاب نہ تھی' لاکھوں عفت مآب خواتین' ہزاروں معصوم بچے سڑک کناروں پر کھلے آسمان تلے' بھوک پیاس سے بلکنے پر مجبور تھے۔ ان خوفناک حالات میں ہزاروں دینی مدارس' مذہبی تنظیموں اور تبلیغی جماعت نے اپنے مراکز و مساجد کو جس طرح سے سیلاب زدگان کی خدمت کے لئے وقف کیا' وہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھا' میرے پاس سینکڑوں دینی مدارس اور درجنوں مذہبی تنظیموں کی اس حوالے سے شاندار خدمات کی اطلاعات موجود ہیں... اللہ ان سب کو اپنے شایان شان اجر عطا فرمائے۔

مولانا حنیف جالندھری نے اپنے جامعہ خیر المدارس کے تحت "خدمت خلق" کا جو مستقل شعبہ بنانے کا اعلان کیا' یہ ایک انقلابی اعلان ہے' مجھے یقین ہے کہ دیگر دینی مدارس بھی ... "خدمت خلق" کے اسلامی شعبے میں اپنا مستقل کردار برقرار رکھنے کیلئے ... مولانا حنیف جالندھری کی مثال کو سامنے رکھیں گے' میرے علم میں ہے کہ بہت سے دینی مدارس کافی عرصے سے خدمت خلق کے شعبہ عظیم کو اپنے مدارس کے تحت چلا رہے ہیں ... انہیں چاہیے کہ وہ بھی "خدمت خلق" کے حوالے سے اپنے علاقوں میں جامعہ خیر المدارس کی طرز کے پروگرام تشکیل دیں تاکہ عوام میں بھی اس اسلامی شعبے کی طرف رغبت پیدا ہو۔ شیخ الحدیث مولانا حنیف جالندھری نے خدمت خلق کا شعبہ اور "خانقاہ" قائم کر کے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ "دل" کا مرض ان کی "روحانی" بلندیوں کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا' خانقاہ سے جب "اللہ' اللہ" کی صدائیں بلند ہوں گی تو دلوں کی پرواز خود بخود پاکیزگی کی طرف ہوگی، ان شاء اللہ!۔

خیبر پختونخوا میں وفاق المدارس کے پروگرام

مفتی سراج الحسن

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی گراں قدر خدمات کو اجاگر کرنے، آئندہ امتحانات کے قواعد وضوابط اور بعض دیگر اہم امور کے سلسلے میں ناظم وفاق المدارس العربیہ صوبہ خیبر پختونخوا حضرت مولانا حسین احمد صاحب زید مجدہم نے تمام تر مصروفیات کے باوجود صوبہ بھر کے مسئولین ومعاونین اور مدارس کے مہتممین و منتظمین اور مدرسین کے اجتماعات واجلاسات کے انعقاد کے لیے از خود شیڈول مرتب فرمایا۔ چنانچہ 29 ستمبر 2022 بروز جمعرات مدرسہ ضیاء العلوم غازی بیگ ضلع مہمند، 04 اکتوبر 2022 بروز منگل مدرسہ قاضی حسام الدین تیراہ بازار ضلع کوہاٹ، 05 اکتوبر بروز بدھ جامعہ قاسمیہ ضلع نوشہرہ میں خطاب اور سینئر نائب صدر وفاق و مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حضرت مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا راشد الحق صاحب سے ملاقات، 06 اکتوبر 2022 بروز جمعرات جامعہ مدینۃ العلوم نوے کلے باجوڑ، 08 اکتوبر بروز ہفتہ جامعہ مظہر العلوم مینگورہ سوات، 09 اکتوبر بروز اتوار جامع مسجد حافظ جی ضلع بنوں میں ائمہ مساجد ومدرسین سے خطاب، 10 اکتوبر بروز پیر جامعہ دار الہدی ضلع بنوں، 10 اکتوبر بروز پیر بوقت تین بجے جامعہ معہد الایمان ضلع کوہاٹ، 12 اکتوبر بروز بدھ جامعہ کوثر القرآن ضلع بٹگرام، 13 اکتوبر بروز جمعرات ہزارہ ڈویژن، 15 اکتوبر بروز ہفتہ جامعہ فیض العلوم مژگول اپر چترال، 16 اکتوبر بروز اتوار جامعہ اسلامیہ ریحان کوٹ چترال لوئر، 17 اکتوبر بروز پیر جامعہ انوار القرآن ڈوگرام واڑی میں تدریب المعلمین للقراء سے خطاب، 19 اکتوبر بروز بدھ معہد الصدیق للدراسات الاسلامیہ بام خیل ضلع صوابی۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب زید مجدہم نے شیڈول کے مطابق تمام اجتماعات واجلاسات میں شرکت فرمائی اور مذکورہ اضلاع میں ڈویژن کے اعتبار سے وفاق کے مسئولین ومعاونین کے اجلاسات اور مدارس کے مہتممین و منتظمین اور مدرسین اور تدریب المعلمین للقراء والحفاظ کے اجتماعات سے خطابات کیے۔ مسئولین کی کوششوں اور محنتوں کی وجہ سے کامیاب اجتماعات اور اجلاسات کا انعقاد ممکن ہوا۔ وفاق المدارس تہہ دل سے متعلقہ اضلاع کے مسئولین ومعاونین کا شکر گزار ہے۔ اللہ تعالی تمام حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب زید مجدہم نے اپنے خطابات میں فرمایا کہ اس پرفتن دور میں دینی مدارس اللہ

تعالیٰ کی وہ نعمت عظمیٰ ہیں جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔اسلامی تعلیمات کی بقاءاور دینی افکار ونظریات کی ترویج و اشاعت میں دینی مدارس کا کردار بلاشک وشبہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔دین بیزار قوتوں کے سامنے اگر کسی نے بند باندھا ہے تو وہ یہی مدارس اور ان کے تربیت یافتہ فضلاء ہیں۔انہی مدارس نے برصغیر میں اسلامی تعلیمات اور تہذیب وتمدن کو اپنی اصل شکل میں بچا رکھا ہے۔قرآن وسنت کی ترویج واشاعت اور اسلامی تعلیمات کو اصلی شکل میں محفوظ رکھنا دینی مدارس کے بنیادی مقاصد میں سے ہے اور الحمدللہ، دینی مدارس اپنے اس مقصد میں سو فیصد کامیاب ہیں۔ مادہ پرستی کے اس دور میں حکومتی سرپرستی اور امداد کے بغیر اپنے محدود وسائل کو بروئے کار لا کر دینی مدارس جو گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ قابل قدر اور لائق تقلید ہیں۔دینی مدارس کا یہی وہ کردار ہے جو دشمنانِ اسلام کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔

ان مثالی خدمات کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اہلِ مدارس نے اپنے نظام اور پالیسی میں حکمرانوں کے عمل ودخل کو کبھی بھی قبول نہیں کیا ہے۔یہ اسی آزادی کی برکت ہے کہ آج اس میدان میں دین دشمن قوتوں کو ہزار کوششوں کے باوجود واضح کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔نصرت خداوندی کی بدولت مدارس کے بارے میں دین دشمن قوتوں کا خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو پائے گا۔اگر ایک طرف دینی مدارس اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے تو دوسری طرف سائبان کی صورت میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان بھی کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں۔

ہمارے اسلاف نے پاکستان کے دینی مدارس کو منظم ومربوط رکھنے کے لیے ہمیں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی صورت میں ایک محفوظ چھتری فراہم کی ہے جس کے تحت آج ہم متحد ومتفق ہیں۔وفاق المدارس اکابر کی امین جماعت ہے۔اپنے اسلاف کی اس امانت کی نہ صرف حفاظت کرنی ہے، بلکہ حسن انتظام اور تدبیر سے اسے مزید مستحکم کرنے کی حتی الوسع کوشش کرنی ہے۔دین دشمن قوتوں نے وفاق کو تقسیم کرنے کی بہت کوششیں کی، لیکن ہمارے اتفاق واتحاد کی وجہ سے ان قوتوں کو مایوسی ہوئی۔

وفاق المدارس دینی مدارس کا سب سے بڑا اور قدیم ترین بورڈ ہے۔ ہر دور میں اسے اکابر اور معتمد ومعتبر شخصیات کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔رئیس المحدثین حضرت شیخ سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کا دور وفاق کی ترقی اور عروج کا دور رہا۔موجودہ وقت میں وفاق المدارس کو مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ جیسی عبقری شخصیت کی صدارت اور سرپرستی حاصل ہے۔جو بلاشبہ اس وقت پورے عالم اسلام کے لیے سرمایہ افتخار ہیں اور مرکزی سینئر نائب صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ العالی جبکہ ناظم اعلیٰ چالیس سالہ تجربہ رکھنے والی شخصیت شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ العالی ہیں۔

وفاق کے تمام اکابرین وفاق المدارس کا کام پوری ذمہ داری کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں، لہٰذا آپ حضرات کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وفاق کا کام پوری ذمہ داری اور دل جوئی کے ساتھ کیا کریں۔ وفاق المدارس اجتماعیت کی علامت اور ہم سب کا مشترکہ اثاثہ ہے۔ دیگر ممالک میں مدارس ہیں مگر وفاق المدارس نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر خصوصی فضل وکرم ہے کہ ہمیں وفاق المدارس کے ساتھ وابستگی عطا فرمائی ہے۔ ہم سب وفاق کے مفادات کے محافظ ہیں اور جملہ امور میں وفاق کے مفادات کی رعایت رکھیں گے۔ وفاق کے قواعد کی رعایت رکھیں گے تو وفاق مزید مستحکم ہوگا اور اہل مدارس، طلبہ وطالبات کا وفاق پر اعتماد اور بھی بڑھے گا۔

اس وقت وفاق المدارس کے ساتھ ملحق مدارس میں تیس لاکھ سے زیادہ طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں، تاہم گزشتہ کئی دہائیوں سے ملکی وعالمی سطح پر دینی مدارس کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا اور کردار کشی کا سلسلہ جاری ہے۔ ان حالات میں مدارس کی حریت وآزادی اور خودمختاری کے تحفظ کے لیے مدارس کی خدمات کو پہلے سے کہیں زیادہ معاشرے کے سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ موجودہ ملکی حالات میں دینی مدارس کو درپیش مسائل پر اکابرین کی گہری نظر ہے۔ وفاق المدارس کے جملہ شعبہ جات بحمد اللہ تعالیٰ پہلے سے زیادہ منظّم اور فعال ہیں، ملک بھر کے لاکھوں طلبہ وطالبات کے سالانہ امتحانات کے لیے داخلوں کا عمل جاری ہے۔

وفاق کی تاریخ میں پہلی بار امسال آن لائن داخلوں کی سہولت دی گئی ہے۔ آن لائن داخلوں کا بنیادی مقصد مدارس اور طلبہ وطالبات کو سہولت دینا ہے۔ تاہم پرائیویٹ داخلوں کا سدِ باب ضروری ہے۔ جملہ مسئولین اپنے متعلقہ اضلاع میں سالانہ امتحانات سے پہلے بھرپور تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کریں۔ صرف نگران اعلیٰ اور دو معاون پر اکتفا نہ کیا کریں، بلکہ مختلف جگہوں میں جملہ امتحانی عملہ کی تدریب ضروری ہے۔ بالخصوص بنات کے امتحانی عملہ کو مزید تربیت کی ضرورت ہے تاکہ قابل، تربیت یافتہ اور تجربہ کار معلمات بھی مہیا ہوں اور پھر ان کے ذریعے سے مزید بنات کے امتحانی عملہ کی تدریب کرائی جاسکے۔ امتحانی عملہ کی تقرری میں استحقاق اور اہلیت پیشِ نظر ہو۔ وفاق المدارس کے مثالی اور قابل تقلید امتحانی نظم میں مزید استحکام اور بہتری پیدا کرنے کے لیے سعی کی جائے۔ ہماری کوشش ہو کہ ہمارا امتحان وفاق کے قواعد وضوابط کے مطابق ہو۔

آپ نے مسئولین کو مزید کہا کہ نئے الحاق میں وفاق کی جملہ شرائط کو مدنظر رکھیں۔ ہم تعداد کے نہیں، بلکہ معیار کے قائل ہیں۔ رپورٹ لکھنے میں وفاق کے مفادات اور قواعد سب سے اہم اور مقدم ہیں۔ تنظیمی اختلافات کی بنیاد پر الحاق اور سنٹروں کی تقرری میں ضد بازی وفاق کی پالیسی کے بالکل خلاف ہے۔ وفاق کے ساتھ الحاق خود اس مدرسے کا تحفظ ہے۔ دستار بندی اور چادر پوشی کے نام پر طلبہ وطالبات سے بھاری رقم جمع کرنا بھی لمحہ فکریہ ہے۔ اس

حوالے سے مہتممین حضرات سے ترغیبی بات کریں۔

مدارس رجسٹریشن کے سلسلے میں طے شدہ معاہدہ پر عمل نہیں ہو رہا۔ وہ ایک جامع معاہدہ ہے جس کی رو سے مدارس کے دیگر مسائل مثلاً بینک اکاؤنٹس، غیر ملکی طلبہ کے لیے تعلیمی ویزوں کا اجراء، کوائف طلبی جیسے مسائل کو مدارس کی ضرورت وسہولت کے مطابق قانونی شکل دی جائے گی۔

رجسٹریشن کے حوالے سے وفاق المدارس کا مؤقف اب بھی یہی ہے کہ صرف رجسٹریشن نہیں، بلکہ حکومت دینی مدارس کو درپیش جملہ مسائل کا سنجیدگی سے حل نکالے۔ ہم رجسٹریشن سے انکاری نہیں، تاہم یک طرفہ فارم کسی صورت قابلِ قبول نہیں۔ رجسٹریشن کے حوالے سے حکومت سے مذاکرت جاری ہیں۔ لہٰذا صوبائی سول انتظامیہ اور دیگر ریاستی ادارے مدارس سے رجسٹریشن کے بے جا مطالبات کرنے کے بجائے وفاقی حکومت پر دباؤ ڈالے کہ وہ مدارس کے تمام مسائل کا سنجیدگی سے ادراک کرے اور پھر اتحاد تنظیمات مدارس کے ذمہ داران کے ساتھ باہمی افہام وتفہیم سے ان کے حل کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے۔

آپ نے مزید کہا کہ تعلیم وتعلم، قرآن وسنت، مسجد ومدرسہ سے تعلق اللہ تعالیٰ کا ہم پر عظیم احسان ہے اس پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ آرام واطمینان کی جو زندگی علماء کی ہے وہ کسی اور طبقہ کی نہیں۔ دینی مدرسے کی تدریس کسی اعزاز سے کم نہیں۔ یہ ایک بڑی ذمہ داری ہے۔

استاد کی حیثیت مربی کی ہوتی ہے۔ کوشش ہو کہ ہماری وجہ سے اس منصب کا تقدس متاثر نہ ہو۔ بچوں کی تعلیم وتربیت میں نرمی اور محبت کا انداز اختیار کرنا چاہیے۔ پٹائی وغیرہ سے بجائے فائدہ کے نقصان پہنچ رہا ہے۔ بچوں کی تعلیم وتربیت میں اعتدال ضروری ہے۔ ہمارے دلوں میں طلبہ کی عظمت ہونا ضروری ہے۔ اگر بقدر ضرورت سختی بھی کرنی پڑے تو اس میں طلبہ کی توہین نہ ہو۔ جہاں کہیں تادیب کی ضرورت ہو تو اس میں حدود کی رعایت ہو اور اس کو تعذیب نہ بنایا جائے۔ اسی طرح انتقامی جذبات اور غصہ کی تسکین مقصود نہ ہو۔ ہمیں چاہیے کہ طلبہ میں احساس بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں لیکن ساتھ ساتھ دعائیں بھی مانگیں۔ مولانا قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے جو استاد اپنے شاگرد کے اصلاح کے لیے تہجد میں دعا نہیں کرتا اس کو اسے مارنے کا بھی کوئی حق نہیں۔

سیاسی اختلاف کے باوجود باہمی احترام کی نادر مثال

عبدالحمید عارفی

تحریک پاکستان کے دوران شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں سیاسی اختلاف تھا۔حضرت مدنی کانگریس اور مولانا تھانوی مسلم لیگ کے مؤقف کے حامی تھے۔مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اگرچہ حضرت مدنی کو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے سیاسی مسلک سے اختلاف تھا، لیکن ان کے قلب میں نہ صرف حضرت تھانوی کی قدر ومنزلت کم نہ تھی، بلکہ وہ حضرت تھانویؒ کے ساتھ اپنے بڑوں جیسا معاملہ ہی فرماتے تھے، چنانچہ مجھے یاد ہے کہ عین اس زمانے میں جبکہ حضرت تھانوی اور حضرت مدنی کا سیاسی اختلاف الم نشرح ہو چکا تھا،۔ایک مرتبہ حضرت مدنی نے دیوبند کے بعض اساتذہ سے کہا کہ عرصہ ہوا ہمارا تھانہ بھون جانا نہیں ہو، اور حضرت تھانوی کی زیارت کو دل چاہتا ہے، چنانچہ حضرت مدنیؒ اور دارالعلوم دیوبند کے بعض دوسرے اساتذہ تھانہ بھون کے لیے روانہ ہوئے۔اتفاق سے گاڑی رات گئے تھانہ بھون پہنچی، اور یہ حضرات ایسے وقت خانقاہ کے دروازے پر پہنچے کہ خانقاہ بند ہو چکی تھی۔ان حضرات کو یہ معلوم تھا کہ خانقاہ کا نظام الاوقات مقرر ہے، اس لیے نہ اِس نظام کی خلاف ورزی مناسب سمجھی اور نہ حضرت تھانویؒ کو رات گئے تکلیف دینا پسند کیا، چنانچہ حضرت مدنیؒ اپنے ساتھیوں سمیت خانقاہ کے دروازے کے سامنے چبوترے ہی پر لیٹ کر سو گئے۔حضرت تھانوی فجر کی اذان کے وقت جب اپنے مکان سے خانقاہ کی طرف تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ باہر چبوترے پر لیٹے ہیں۔اندھیرے میں صورتیں نظر نہ آئیں۔چوکیدار سے پوچھا تو اُس نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔قریب پہنچ کر دیکھا تو حضرت مدنی اور حضرت مولانا اعزاز علی جیسے حضرات تھے۔حضرت تھانویؒ نے اچانک انہیں دیکھا تو مسرور بھی ہوئے اور اِس بات کا صدمہ بھی ہوا کہ یہاں پہنچ کر اِس حالت میں اُنہوں نے رات گزاری، چنانچہ اُن سے پوچھا کہ حضرت! آپ یہاں کیوں سو گئے؟ تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم تھا کہ آپ کے یہاں ہر چیز کا نظم مقرر ہے۔خانقاہ اپنے مخصوص وقت پر بند ہو جاتی ہے، اور پھر نہیں کھلتی۔حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ خانقاہ کا تو نظم بلاشبہ یہی ہے، لیکن غریب خانہ تو حاضر تھا، اور اِس پر تو آپ جیسے حضرات کے لیے کوئی پابندی نہ تھی۔حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ ہم نے رات گئے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔غرض اس طرح یہ حضرات تھانہ بھون گئے، اور ایک دو روز رہ کر واپس تشریف لائے۔"

وفاق المدارس العربیہ پاکستان